ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

32

www.tanzeem.org

6 تا 12 اگست 2013ء/26 رمضان المبارک تا 2 شوال المکرّم 1434ھ

اس شمارے میں

عید آزاداں یا عید محکوماں

قیام عدل وقسط

عیدالفطر: اللہ کی نعمتوں پر شکرانے کا جشن

برما کے مظلوم مسلمان اور عالمی ضمیر کی بے حسی

ہمفرے کا بناؤٹی شیخ الاسلام سے مکالمہ

مولانا محمد جلال الدین رومی

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

عیدالفطر: روحانی رفعتوں پر شکریہ کا موقع

اسلام نے مسلمانوں کو جہاں اور بے شمار نعمتوں سے مالا مال کیا ہے، وہاں سال میں دو پُرمسرت تقریبات عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ سے بھی نوازا ہے۔ دونوں عیدیں رب ذوالجلال کی شان جلال و جمال کی مظہر ہیں۔

عیدالفطر، رمضان المبارک میں حاصل ہونے والی روحانی رفعتوں اور ملکوتی عظمتوں کے شکریہ کا بہترین موقع ہے۔ ایک مومن کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوسکتی ہے کہ یہ روز انعام الٰہی حاصل کرنے کا دن ہے۔ اس پر جس قدر خوشی منائی جائے، کم ہے۔

دنیا کی ہر قوم تہوار مناتی ہے، مگر اسلام اور دوسرے ادیان کے تہوار میں ایک بنیادی فرق ہے۔ غیر اسلامی تہواروں میں لہو ولعب، فواحش ومنکرات اور سوقیانہ مشاغل کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ وہاں تقویٰ، طہارت اور روحانیت نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ وہاں تو ہیجان انگیز مناظر ہوتے ہیں اور نفس کی خوشنودی مطمح نظر ہوتی ہے۔

دنیا کی دوسری ملل کے برعکس ملت اسلامیہ کے تہوار محض جسمانی یا مادی خوشیوں پر مبنی نہیں بلکہ روح اور جسم دونوں کی لطافتوں کا حسین مرقع ہیں۔ مگر آج کل اکثر مسلمان اپنے تہواروں کے آداب سے نا آشنا، محض جسمانی لذتوں کے لیے بے تحاشا کھانے، ادھر ادھر گھومنے یا فلم بینی میں وقت صرف کرتے ہیں۔ یہ لوگ عید کی اصل لذتوں سے یکسر محروم رہتے ہیں۔ اس لیے کہ حقیقی مسرتیں تو جسم وروح کے پاکیزہ امتزاج سے ہی حاصل ہوسکتی ہیں۔

پروفیسر مولانا خلیل احمد نوری

سُورۃ اِبْرٰهِیم

(آیت: 18)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ﹰاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ ﴿۱۸﴾

آیت ۱۸ ﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ﹰاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ﴾ ’’مثال ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا اپنے ربّ کے ساتھ (ایسی ہے) کہ ان کے اعمال ہوں راکھ کی مانند‘ جس پر زوردار ہوا چلے آندھی کے دن۔‘‘

اللہ کے ہاں کسی بھی نیک عمل کی قبولیت کے لیے ایمان لازمی اور بنیادی شرط ہے۔ چنانچہ جو لوگ اپنے رب کا کفر کرتے ہیں ان کے نیک اعمال کو یہاں راکھ کے ایسے ڈھیر سے تشبیہہ دی گئی ہے جس پر تیز آندھی چلی اور اس کا ایک ایک ذرہ منتشر ہو گیا۔ یعنی بظاہر تو وہ ڈھیر نظر آتا تھا مگر اللہ کے ہاں اس کی کچھ بھی حیثیت باقی نہ رہی۔ یہ بہت اہم مضمون ہے اور قرآن کریم میں مختلف مثالوں کے ساتھ اسے تین بار دہرایا گیا ہے۔ سورۃ النور کی آیت ۳۹ میں کفار کے اعمال کو سراب سے تشبیہہ دی گئی ہے اور سورۃ الفرقان کی آیت ۲۳ میں منکرین آخرت کے اعمال کو ﴿هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ یعنی ’’ہوا میں اڑتے ہوئے ذرات‘‘ کی مانند قرار دیا گیا ہے۔

دراصل ہر انسان اپنی ذہنی سطح کے مطابق نیکی کا ایک تصور رکھتا ہے‘ کیونکہ نیکی ہر انسان کی روح کی ضرورت ہے‘ مگر نیکی کا تعلق چونکہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کی قبولیت کے ساتھ ہے‘ چنانچہ اس کے لیے معیار بھی وہی قابل قبول ہوگا جو اللہ نے خود قائم کیا ہے‘ اور وہ معیار سورۃ البقرۃ کی آیت البر کی روشنی میں یہ ہے:

﴿لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾﴾

’’نیکی یہی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف پھیر دو‘ بلکہ اصل نیکی تو اُس کی ہے جو ایمان لایا اللہ پر‘ یومِ آخرت پر‘ فرشتوں پر‘ کتاب پر اور نبیوں پر۔ اور اس نے خرچ کیا مال اس کی محبت کے باوجود قرابت داروں‘ یتیموں‘ محتاجوں‘ مسافروں اور مانگنے والوں پر اور گردنوں کے چھڑانے میں۔ اور قائم کی نماز اور ادا کی زکوٰۃ۔ اور جو پورا کرنے والے ہیں اپنے عہد کے جب کوئی عہد کر لیں۔ اور صبر کرنے والے فقر و فاقہ میں‘ تکالیف میں اور حالتِ جنگ میں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی حقیقت میں متقی ہیں۔‘‘

اگر نیکی اس معیار کے مطابق ہے تو پھر یہ واقعی نیکی ہے‘ لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو نیکی کی شکل میں دھوکہ‘ سراب‘ اور فریب ہے‘ نیکی نہیں ہے۔ دراصل جب انسان کی فطرت مسخ ہو جاتی ہے تو اس کے ساتھ ہی اس کا نیکی کا تصور بھی مسخ ہو جاتا ہے۔ نیکی چونکہ ایک برے سے برے انسان کے بھی ضمیر کی ضرورت ہے اس لیے بجائے اس کے کہ ایک برا انسان اپنی اصلاح کر کے اپنے اعمال و کردار کو نیکی کے مطلوبہ معیار پر لے آئے‘ وہ الٹا نیکی کے معیار کو گھسیٹ کر اپنے خیالات و نظریات کی گندگی کے ڈھیر کے اندر اس کی جگہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں چور‘ ڈاکو اور لٹیرے صدقہ و خیرات کرتے اور خدمت خلق کے بڑے بڑے کام کرتے نظر آتے ہیں اور جسم فروش عورتیں مزاروں پر دھمال ڈالتی اور نیاز بانٹتی دکھائی دیتی ہیں۔ اس طرح یہ لوگ اپنے ضمیر کی تسکین کا سامان کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے پیشے میں قدرے قباحت کا عنصر پایا جاتا ہے تو کیا ہوا‘ اس کے ساتھ ساتھ ہم نیکی کے فلاں فلاں کام بھی تو کرتے ہیں!

اسی طرح جب مذہبی مزاج رکھنے والے لوگوں کی فطرت مسخ ہوتی ہے تو وہ کبیرہ گناہوں کی طرف سے بے حس اور صغائر کے بارے میں بہت حساس ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ صغائر کے بارے میں تو بڑے زوردار مباحثے اور مناظرے کر رہے ہوتے ہیں‘ مگر کبائر کو وہ لائق اعتناء ہی نہیں سمجھتے۔ اس پس منظر میں صحیح طرزِ عمل یہ ہے کہ پہلے کبائر سے کلی طور پر اجتناب کیا جائے اور پھر اس کے بعد صغائر کی طرف توجہ کی جائے۔ بہرحال قیامت کے دن بے شمار ایسے لوگ ہوں گے جو اپنے زعم میں بہت زیادہ نیکیاں لے کر آئے ہوں گے‘ مگر اللہ کے نزدیک ان کی نیکیوں کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں ہوگی۔

﴿لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ ﴿۱۸﴾﴾ ’’انہیں کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا اُس میں سے جو کمائی انہوں نے کی ہو گی۔ یہی تو ہے دُور کی گمراہی۔‘‘

ان کو زعم ہوگا کہ انہوں نے دنیا میں بہت نیک کام کیے تھے‘ خدمت خلق کے بڑے بڑے پراجیکٹ شروع کر رکھے تھے‘ مگر اُس دن وہاں ان میں سے کوئی نیکی بھی ان کے کام آنے والی نہیں ہوگی۔

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

6 تا 12 اگست 2013ء — جلد 22
26 رمضان المبارک تا 2 شوال المکرّم 1434ھ — شمارہ 32

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عیدِ آزاداں یا عیدِ محکوماں

قرآن پاک سے یہ ثابت ہے کہ اللہ رب العزت نے انسانی ارواح کو جسد عطا کرنے سے پہلے ان کا ایک اجتماع کیا اور ان سے پوچھا: "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟" انہوں نے اجتماعی طور پر اقرار کیا اور کہا "کیوں نہیں"۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس دنیا میں آنے والے آخری انسان نے عالمِ ارواح میں یہ اقرار کیا تھا کہ اللہ ہی اس کا رب ہے۔ رب عربی میں مالک کو کہتے ہیں۔ گویا پوری انسانیت اللہ کی اقرار کردہ اور تسلیم شدہ غلام ہے۔ اللہ نے اس روح کو جسد دے کر اس فانی دنیا میں بھیجا تو اس اقرار کی یاد دہانی کے لیے اور اسے تازگی بخشنے کے لیے ان ہی بندوں میں سے کچھ کو اپنے نمائندے کی حیثیت سے بھیجا، تاکہ بندگی' رب کے شعور سے بہرہ ور بندوں کو آدابِ غلامی کے صحیح طریقے سکھائے جائیں۔ یہ خصوصی نمائندے انبیاء اور رسل کہلائے۔ ان میں سے بعض کو صحیفے اور کتابیں دے کر بھیجا گیا۔ ان انبیاء اور رسل نے انسانوں کو کس نوعیت کی دعوت دی اور الہامی صحیفے اور کتابیں کیا پکار پکار کر کہتی رہیں، ان کا خلاصہ اور نچوڑ سمجھنے کی کوشش کی جائے تو وہ یہ ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ ساری کائنات کا خالق' مالک' رازق' پروردگار اور مشکل کشا صرف اللہ ہے اور صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ اس کا نہ کوئی ساجھی، کوئی ہمسر ہے نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے۔ انسان سب برابر ہیں۔ کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی عربی کو عجمی پر برتری حاصل نہیں البتہ فضیلت کی بنیاد زہد اور تقویٰ ہے۔ کسی انسان کو دوسرے انسان کا مالی' جانی' معاشرتی اور سیاسی استحصال کرنے کی اجازت نہیں۔ انفرادی اور اجتماعی طور پر انسانوں کو احکاماتِ الٰہی اور انبیاء و رسل کے ذریعے لاگو کی گئی شریعت یعنی قانون اور ضابطے کا پابند ہونا ہوگا۔ لیکن انسانی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے انسان نے بالعموم باغیانہ روش اختیار کی۔ اپنی حد سے تجاوز کرتے ہوئے خدائی اختیارات اپنے لیے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ہر فرعون' نمرود' ہٹلر (اور اب بش اور اوباما) جیسے خدائی کے دعویداروں کو عارضی کامیابی کے بعد ابدی ناکامی ہوئی اور عبرتناک انجام سے دوچار ہوئے، لیکن کسی نے تاریخ سے سبق نہیں سیکھا۔ ان میں سے ہر ایک نے انسانی حقوق غصب کرنے اور انسانوں کا استحصال کرنے کے لیے ایک جیسے بھی اور مختلف حربے بھی استعمال کیے، لیکن ناکامی ان سب کا مقدر بنی۔

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان انسان کے زر خرید غلام ہوتے تھے۔ غلام کی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں بھی اپنے اِس مالک کے لیے وقف ہوتی تھیں حتیٰ کہ وہ اس کی جان کا مالک بھی ہوتا تھا۔ اگر کوئی مالک اپنے غلام کو قتل بھی کر دیتا تو یہ اس کا حق سمجھا جاتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مبارک میں غلامی کی تمام قسموں کو ختم کر دیا گیا سوائے جنگی قیدیوں کے، ان کی رہائی اور آزادی کے بھی کئی طریقے مقرر کر دیے گئے۔ پھر یہ کہ ان سے حُسنِ سلوک کی جس طرح اور جتنی تاکید کی گئی یہ کہا جا سکتا ہے کہ غلامی کا پرانا تصور مکمل طور پر ختم ہو گیا۔ البتہ افسوس کے ساتھ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ خلافت نے جب بادشاہت اور شہنشاہیت کا لبادہ اوڑھ لیا تو اقتدار اور کشور کشائی کی ہوس نے مسلمان حکمرانوں کی ذہنیت کو بدل ڈالا اور وہ بھی اقتدار کو اپنا خدائی حق اور عوام کو ذاتی غلام سمجھنے لگے۔ لہٰذا استحصالی اور استحصال زدہ دو طبقات وجود میں آ گئے۔

غیر اسلامی دنیا پہلے ہی "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کی قائل تھی۔ سترہویں صدی عیسوی میں دنیا بھر

میں مسلمانون کا زوال اپنے عروج پر پہنچ گیا اور تمام اسلامی ممالک بلاواسطہ یا بالواسطہ غیروں کے تسلط میں آ گئے۔ بیسویں صدی کے آغاز میں مسلمان ممالک میں آزادی کی تحریکیں شروع ہوئیں اور اس صدی کے وسط تک مسلمانوں نے جانی و مالی قربانیاں دے کر آزادی حاصل کی۔ ہم نے ہمیشہ ان کے جوش اور جذبے کو سراہا ہے لیکن آج اگر حالات کا معروضی جائزہ لیا جائے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہیں کہ مسلمان اگر آزادی حاصل کرنے اور غیروں کو اپنے ملکوں سے نکالنا چاہتے تھے تو غیر بھی اندازِ حکمرانی کو بدلنا اپنے لیے ناگزیر سمجھنے لگے تھے۔ بات کو اگر کھول کر بیان کیا جائے تو وہ یوں ہے کہ انیسویں صدی میں جمہوریت کے غلغلے اور بے تحاشا بڑھتی ہوئی آبادی نے ان حکمرانوں کے لیے کچھ مشکلات پیدا کی تھیں، لہٰذا اندازِ حکمرانی بدلنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ حکمرانی کے لیے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا وسائل پر جابرانہ قبضہ کرنے کے لیے پہلا کام یہ کیا گیا کہ ریاست اور مذہب کا رشتہ کاٹ دیا گیا اور ان کے راستے الگ کر دیے گئے، تاکہ کوئی اخلاقی یا ماورائی قدغن اِس تسلط کے راستے میں حائل نہ ہو سکے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی اور کاغذی کرنسی نے ان کے کام کو آسان کر دیا۔ مواصلات کی ترقی نے دنیا کو چھوٹا کر دیا تھا۔ حاصل شدہ وسائل سے میڈیا کو خریدا گیا اور نظریات کی خرید و فروخت کا سلسلہ شروع ہوا۔ ظاہر ہے، وسائل پر قابض ہونے کی وجہ سے اسی گروپ کو کامیابی حاصل ہوئی۔ اس حکمران گروپ نے ایک قدم اور بڑھایا اور سرمائے کو یکجا کرنا شروع کر دیا۔

دوسرے الفاظ میں ملٹی نیشنل کمپنیاں قائم ہو گئیں اور اس سرمایہ پرست نظام کے مقابلے میں جو نظام تھے اپنی کٹھ پتلی حکومتوں کے ذریعے ان پر حملہ آور ہوئے۔ سوشلزم اور کمیونزم اگرچہ انسانی استحصال ختم کرنے کے جھوٹے دعوے دار تھے تب بھی انہیں قبول نہیں تھے لہٰذا سوویت یونین کو نشانہ بنا کر اشتراکیت کا جنازہ نکال دیا گیا۔

یہ سرمایہ پرست گروپ باہم ضم ہوتے ہوئے اب سات بینکوں کے مالکان پر مشتمل ہے۔ یہ گروپ عالمی سطح پر بادشاہ گر بن چکا ہے اور دنیا کی حکومتوں کو کنٹرول کرتا ہے اور ان کی دفاعی قوت کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اسلامی نظام اگرچہ دنیا میں کسی ایک اسلامی ملک میں بھی نافذ نہیں، لیکن ایک انتہائی پرکشش اور فطری نظام تو ہے، لہٰذا تمام اسلام دشمن قوتیں مسلمان ممالک پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں۔ مسلمان ممالک میں کسی ایسے شخص کو اقتدار کے قریب نہیں پھٹکنے دیا جاتا جو نظریاتی ہو اور اس مالیتی غلامی سے نکلنے کی سوچ رکھتا ہو۔ مصر میں مرسی اقتدار کا خاتمہ اور پھر اُن کی بحالی کے لئے پُرجوش عوامی تحریک کے خلاف وحشیانہ طاقت کا استعمال اس کی تازہ ترین مثال ہے۔ اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان ممالک کے ظاہری مسلمان حکمران ان بینک کاروں کی غلام سپر قوتوں کے غلام ہیں یعنی امریکہ اور مغرب وغیرہ ان بینک کاروں کے غلام ہیں اور مسلمان حکمران امریکہ برطانیہ وغیرہ کے غلام ہیں۔ گویا ہم غلام در غلام ہیں، البتہ ہمیں محدود سطح پر اندرونی آزادی حاصل ہے اور یہ آزادی اُن معاملات میں حاصل ہے جنہیں ہمارے انیسویں صدی کے حکمران جدید دور میں اپنے لیے دردِ سر سمجھنے لگے تھے۔ اور یہ بات ہمارے سامنے کھل کر سامنے آ چکی ہے کہ حقیقی آزادی ابھی کوسوں دور ہے۔ سابقہ آقاؤں نے جسمانی قبضہ چھوڑ کر جو ان کے لیے مسائل پیدا کر رہا تھا ذہنی اور نظریاتی قبضہ حاصل کر لیا تھا اور گزرتے ہوئے ہر دن میں اس تسلط اور قبضہ کو مستحکم کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اس وقت مسلمان ممالک کی حالت کسی کی کم اور کسی کی بیش اس بیل کی سی ہے جو ہل کے آگے جتا ہوا ہے۔ اسے کھانے کو ملے گا اگر وہ فرمانبرداری سے اپنی ڈیوٹی ادا کرتا رہے گا۔ مسلمان ممالک اس امریکہ اور یورپ کے غلام ہیں جو خود ان سات بینکاروں کے غلام ہیں۔ مسلمان حکمرانوں کے لیے کٹھ پتلی کا لفظ بھی غلامی کا پورا مفہوم ادا نہیں کرتا۔ عالم اسلام اپنی گردن میں پڑے غلامی کے اس پھندے سے اُس وقت تک نجات حاصل نہیں کر سکتا جب تک سرمایہ پرستوں کے اِس گروپ کے بنائے ہوئے نظام کو تہ و بالا نہ کر دے اور اُمت مسلمہ حقیقتاً وجود میں نہ آ جائے اور نظام خلافت کو بحال نہ کر دیا جائے۔ اُس وقت تک ہماری عید کیسی ہوگی۔ آیئے علامہ اقبال کے اس شعر پر غور کرتے ہیں اور پھر فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم کون سی عید منانے چلے ہیں ؎

عیدِ آزاداں شکوہ ملک و دیں
عیدِ محکوماں ہجومِ مؤمنیں

پریس ریلیز 2 اگست 2013ء — حافظ عاکف سعید

اسلامی نظام سے روگردانی کے سبب ہم ایٹمی قوت ہونے کے باوجود دشمنوں کے آگے بھیگی بلی بنے ہوئے ہیں

جیو گروپ کے برقع ایجونجر اور حلوہ پورہ گاؤں جیسے بیہودہ پروگرام اور کارٹون فلم اسلامی شعائر کی تضحیک ہے۔ ایسے دین دشمن پروگراموں کو فوری طور پر ختم کیا جائے

ہم ایٹمی قوت ہونے کے باوجود بھیگی بلی بنے ہوئے ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ امیر تنظیم امریکی وزیر خارجہ کے اِس بیان پر تبصرہ کر رہے تھے کہ پاکستان کے قبائلی علاقوں میں ڈرون حملے بند نہیں کیے جائیں گے۔ اُنہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت بھی اپنے پیشرو حکمرانوں کے نقش قدم پر چل رہی ہے۔ آئی ایم ایف سے بھیک مانگ لی گئی ہے اور اب اُن کے مطالبات پورے کرنے کے لیے مہنگائی کا طوفان برپا کر دیا گیا ہے جس سے غریب آدمی اور متوسط طبقہ کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ نے انبیاء اور رسل کو اپنی نشانیاں اور میزان عطا کیا تاکہ وہ دنیا میں نظامِ عدل اجتماعی قائم کریں۔ حضور ﷺ اور صحابہؓ کرام نے بالفعل اِس نظام کو قائم کیا لیکن آج ہم اسے قائم نہ رکھ سکے جس کی وجہ سے ہم دنیا میں ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا میڈیا مسلمانوں کی زندگی میں زہر گھول رہا ہے۔ اُنہوں نے جیو گروپ کے برقع ایجونجر اور حلوہ پورہ گاؤں جیسے بیہودہ پروگرام اور کارٹون فلم کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ یہ اسلامی شعائر کی تضحیک ہے اور اسلام کے خلاف چلائی گئی ایک منظم سازش کا حصہ ہے جو اسلام دشمنوں اور دجالی قوتوں کے ایما پر چلائی جا رہی ہے۔ اُنھوں نے مطالبہ کیا کہ ایسے دین دشمن پروگراموں کو فوری طور پر ختم کیا جائے۔ اُنھوں نے کہا کہ حکمرانوں کی آئینی ذمہ داری ہے کہ وہ پاکستانی مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر قرآن اور سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے میں مدد کریں، لہٰذا پاکستانی میڈیا پر ایسی فلمیں چلانے کی اجازت دینا غیر آئینی بھی ہے۔

جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی

رسولوں کی بعثت اور انزال کتاب و میزان کا مقصد:

قیام عدل وقسط

سورۃ الحدید کی آیت 25 کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 26 جولائی 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

حضرات محترم! ہم سورۃ الحدید کا سلسلہ وار مطالعہ کر رہے ہیں۔ آج میں نے اس کی آیت نمبر 25 تلاوت کی ہے۔ یوں تو قرآن مجید کی ہر آیت ہی اپنی جگہ اہم ہے، لیکن نبی اکرم ﷺ کے مشن کے حوالے سے اور اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کی کشمکش کا جو معاملہ رکھا ہے، اس کی حکمت کے حوالے سے یہ آیت بہت اہم ہے۔ اس آیت مبارکہ سے والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو خصوصی لگاؤ تھا۔ وہ اُسے قرآن مجید کے انقلابی فلسفے کی عظیم ترین آیت قرار دیتے تھے۔ اسلام کے انقلابی فلسفے اور نبی اکرم ﷺ کی عظیم الشان جدوجہد کے اعتبار سے یہ بلا شبہ بہت اہم آیت ہے۔ کہ اس سے بہت سے بنیادی مباحث کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مثلاً حضور ﷺ اور دوسرے رسولوں کو جنگیں کیوں کرنی پڑیں؟ قرآن کہتا ہے کہ آپؐ رحمۃ للعالمین (یعنی تمام جہانوں کے لئے رحمت) ہیں۔ پھر آپؐ کے دست مبارک میں تلوار کیسے آ گئی۔ ایک نہیں غزوات کی سیریز ہے جو آپؐ کی حیات طیبہ میں ہمیں دکھائی دیتی ہے۔ یہ سلسلہ کیوں شروع ہوا؟ بلاشبہ نبی کریم ﷺ سراپا رحمت ہیں، لیکن آپ کا ہاتھ میں تلوار لینا ہرگز آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کے خلاف نہیں۔ آپؐ نے تلوار اس لئے ہاتھ میں اُٹھائی کہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ دین فطرت، نظام عدل غالب ہو اور ظلم و ناانصافی کی چکی میں پستی ہوئی انسانیت کو عدل و انصاف ملے۔

آج مغرب کے پروپیگنڈے کے زیر اثر لوگ مدافعانہ انداز اپناتے ہیں کہ اسلام میں جنگ تو ہے ہی نہیں۔ اس دور کے جو لوگ سب سے زیادہ روشن خیالی اور رواداری کے علمبردار ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جہاد و قتال والی آیات حضور ﷺ کے زمانے کے لئے تھیں، آج کے لئے نہیں۔ اگر اسلام میں جنگ ہے بھی تو صرف دفاعی ہے، اقدامی جنگ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ انداز فکر دراصل دین کو مسخ کرنے والی بات ہے اور قرآن مجید کی محکم باتوں کے انکار کے مترادف ہے۔ سورۃ الحدید کی زیر درس آیت کو سمجھ لیا جائے تو غزوات کا سارا فلسفہ سمجھ آ جائے گا۔

ویسے تو قرآن مجید میں کئی اور مقامات بھی ہیں جو اس آیت کی شرح میں ہیں۔ تاہم مدنی سورتوں کے زیر درس گروپ المسبحات میں تو پوری کی پوری سورۃ الصف اس آیت کی شرح کرتی ہے۔ اُس میں بتایا گیا ہے کہ رسولوں کا مشن کیا تھا؟، رسولوں کو کیا ذمہ داری دی گئی تھی؟ وہ مبشر بھی تھے، وہ منذر بھی تھے۔ بہر کیف اس آیت کے ذیل میں حضور ﷺ کے خصوصی مشن اور اس حوالے سے مسلمانوں کو جو کام کرنا ہے، کا بیان ہوتا ہے، آیئے، اس کے مطالعہ کا آغاز کریں۔

﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ ﴾

''ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا۔''

یہاں بتایا جا رہا ہے کہ اللہ نے یہ سلسلہ رسالت جاری کیا، اس کا مقصد یہ تھا کہ اللہ کے رسول جو اس کے نمائندے تھے اس کا پیغام بندوں کو سنائیں۔ ان رسولوں کو معجزات کے ساتھ بھیجا جاتا رہا۔ معجزے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ لوگ مان لیں کہ یہ شخص اللہ کا نمائندہ ہے۔ رسول کی رسالت کی صداقت کی ایک دلیل تو اس کا بے داغ کردار ہوتا ہے، جسے وہ اپنی صداقت کی گواہی کے طور پر پیش کرتا ہے۔ ہر نبی اور رسول اپنی ذات اور کردار میں ایک اعلیٰ نمونہ ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ قوم کی مزید تسلی کے لیے رسول کو کوئی نہ کوئی معجزہ بھی دیا جاتا ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تو ساتھ ہی انہیں عصا اور ید بیضاء کے معجزے دیئے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی حسی معجزے دیئے گئے۔ مشرکین عرب بھی حضور ﷺ سے معجزات کے مطالبے کرتے تھے۔ لیکن انہیں بتایا گیا کہ آپ کا معجزہ تو یہ قرآن ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ انسانی کلام ہے، تو تمہیں اپنی زبان دانی پر بڑا ناز ہے، اللہ کے اس کلام جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ۔ پوری کوشش کر لو، تم ایسا نہ کر سکو گے۔ آپؐ کو سب سے بڑا معجزہ یہ قرآن دیا گیا۔ معجزے کا مقصد ہوتا ہے لوگوں کو عاجز کر دے اور وہ کہیں کہ یہ ہمارے بس کا کام نہیں۔ قرآن یہ کام کرتا ہے۔ چونکہ نبی ﷺ کی رسالت تا قیامت ہے، لہٰذا یہ قرآن بھی قیامت تک زندہ اور محفوظ رہے گا۔ اس کے برعکس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ عصا جب ان کے ہاتھ میں تھا تو ہی معجزہ تھا، ان کی وفات کے بعد وہ ایک لاٹھی ہے۔ قرآن زندہ معجزہ ہے جو قیامت تک رہے گا۔ اس معجزہ میں خاص طور پر جو چیز لوگوں کو عاجز کر دینے والی ہے، وہ اس کی زبان دانی، اس کی فصاحت و بلاغت ہے۔ اسی لئے قرآن نے مشرکین کو چیلنج کیا کہ اگر تمہیں اپنی فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز ہے تو اس جیسا کلام، ایک سورت ہی بنا لاؤ۔ سورۃ الکوثر جیسی تین آیتیں ہی بنا کر لے آؤ۔

آگے فرمایا:

﴿ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ ﴾

''اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (یعنی قواعد عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔''

ہر رسول کو ایک کتاب دی گئی، جو آسمانی ہدایت پر مشتمل ہوتی تھی، اس کے ساتھ ساتھ ایک اور چیز بھی دی گئی اور وہ چیز میزان ہے۔ میزان کیا ہے؟ آسمانی ہدایت پر مبنی نظام عدل اجتماعی۔ یہ نظام عدل کیوں عطا کیا گیا؟ اس لئے کہ لوگ اس عدل و انصاف پر قائم ہو جائیں، اس کے مطابق فیصلے کریں، وہ میزان عدل نصب ہو جائے۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک آئیڈیل عادلانہ نظام تو دے دیا گیا، لیکن وہ کسی کتاب میں رکھنے اور گھر کی زینت بنانے کے لئے ہے، بلکہ یہ اس لئے دیا گیا ہے کہ اسے قائم کیا

جائے، لوگ اس پر قائم ہوں۔ کوئی کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی نہ کر سکے۔ ہر ایک کو اس کا جائز حق ملے۔ کوئی کسی کا حق غصب کرے تو اُسے اس کی سزا ملے، اور جس سے حق چھینا گیا ہے اُسے وہ حق واپس دلوایا جا سکے۔ میزان سے مراد یہ نہیں ہے کہ اللہ نے آسمان سے ترازو اتاری، بلکہ یہ کہ اُس نے کتاب اتاری اور کتاب کے ساتھ شریعت کا عادلانہ نظام اتارا جو حقوق و فرائض کا ایک متوازن منصفانہ نظام ہے۔ اس دین کے جو نظام ہونے کا تعلق ہے، اس کا بہت بڑا حصہ ہمیں حضور ﷺ کی سنت و سیرت سے حاصل ہوا ہے۔ لیکن یہ کہاں سے آیا، یہ سب کچھ بھی من جانب اللہ ہے۔ آپ اپنی جانب سے کوئی بات نہیں فرماتے بلکہ آپؐ کے فرمودات بھی وحی غیر متلو ہیں۔ اِسی لئے تو اللہ نے فرمایا کہ ﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى (٣) اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى (٤) ﴾ (النجم) ''اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں۔ تو اللہ کا حکم ہے جو (ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے۔''

آگے فرمایا:

﴿ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ﴾

''اور ہم نے لوہا پیدا کیا۔ اس میں (اسلحہ جنگ کے لحاظ سے) خطرہ بھی شدید ہے اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں۔''

یعنی کتاب اور میزان نازل کرنے کے ساتھ ساتھ ہم نے فولاد بھی اتارا ہے، جس میں زبردست جنگی قوت ہے۔ لوہے سے آلات حرب بھی بنتے ہیں اور یہ روزمرہ استعمال کی چیزیں بھی۔ انزال کتاب و میزان اور انزال حدید دونوں باتوں کو جوڑیں تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ یہ کہ میزان عدل نصب ہو اور لوگ عدل و انصاف پر قائم ہو جائیں۔ اس کے نصب کے راستے میں کچھ طبقات رکاوٹ بنتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ دنیا میں عدل و انصاف ہو اور اللہ تعالیٰ کا وہ دین اس زمین پر قائم ہو جس کے نتیجے میں خیر و برکت ہو، نیکی کو پروان چڑھنے کے مواقع ملیں، منکرات کا سدّ باب ہو اور ظلم کی ہر سطح پر بیخ کنی کی جائے۔ یہ طبقات مراعات یافتہ ہوتے ہیں جو سارے وسائل پر خود قابض ہوتے ہیں، اور عوام کو محروم رکھتے ہیں۔ ان لوگوں نے عوام کو بیوقوف بنانے کے لیے جمہوریت کا ایک نظام بھی وضع کر رکھا ہے۔ ایسے استحصالی طبقات کی سرکوبی اور ان کی جڑ کاٹنے کے لئے ہی اللہ نے فولاد نازل کیا۔ اس لئے کہ باطل نظام کے پروردہ یہ لوگ کبھی آسانی سے جگہ نہیں چھوڑتے۔ ان کے رائج نظام سے مفادات وابستہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ انقلاب جب بھی آتا ہے خونی انقلاب کی صورت میں آتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جو انقلاب برپا فرمایا اُس میں کم سے کم خون بہا ہے۔

﴿ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ط ﴾

''اور اس لئے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں اللہ ان کو معلوم کرے۔''

غلبہٗ دین کی جدوجہد حق و باطل کا معرکہ ہے۔ اس میں اہل ایمان کے ایمان کا امتحان ہو رہا ہوتا ہے۔ اللہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون اللہ اور رسول کا سچا وفادار ہے۔ اور کون ہے جس کا ایمان بس زبان کی نوک پر ہے کہ ذرا سی کوئی سختی آئی اور باطل نظام کی صف میں جا کھڑا ہوا۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (٢٥) ﴾

''بے شک اللہ قوی (اور) غالب ہے۔''

یاد رکھو، اللہ کو کوئی کمزوری لاحق نہیں، (معاذ اللہ) ایسا نہیں ہے کہ وہ لاچار اور بے بس ہو گیا، وہ قوی اور عزیز ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کچھ لوگ ہوں اپنی قربانیوں سے اللہ کے دین کو قائم و غالب کریں۔ بس یہ تو اُن کا امتحان ہے۔ ورنہ سب کچھ اس کے کنٹرول میں ہے۔ سب اس کے زیر اثر ہے۔ کس نے کہاں تک جانا ہے؟ کون شر میں کہاں تک آگے بڑھ سکتا ہے؟ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کہاں تک جا سکتا ہے؟ یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے۔ کوئی چیز اس کے قابو سے باہر نہیں۔ بس یہ سمجھ لو کہ اصل میں یہ تمہارا امتحان ہے۔

اس آیت میں رسولوں کو بھیجنے کا مقصد نصب میزان بیان ہوا۔ بعثت انبیاء رسل کا مقصد اساسی اور ہے جو سورۃ النساء میں بیان ہوا، وہ اتمام حجت ہے۔ ان پر دونوں کو جوڑیں گے تو بات مکمل ہوگی۔ فرمایا:

﴿ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾ ﴾

''(سب) پیغمبروں کو (اللہ نے) خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے (بنا کر بھیجا تھا) تاکہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع نہ رہے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

ہم نے جو رسول بھیجے ہیں وہ مبشر بھی تھے اور منذر بھی تھے۔ خوشخبری دینے والے اور خبردار کرنے والے تھے۔ وہ سرکش اور گناہ گار لوگوں کو متنبہ کرتے تھے کہ جس راستے پر تم چل رہے ہو وہ ہلاکت کا راستہ ہے۔ یہ ہے انذار۔ اور وہ نیکوکاروں کو جنت اور اُخروی کامیابی کی بشارت دیتے تھے۔ یہ تبشیر ہے۔ رسول لوگوں کو جو انذار و تبشیر اور دعوت و تبلیغ کرتے تھے، اس کی غرض یہ تھی کہ یوم حساب اُن کے پاس کوئی دلیل اور عذر باقی نہ رہے۔ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پروردگار ہمیں تو پتا نہیں تھا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے۔ ہم سے کس بات کی باز پرس ہو رہی ہے۔ ہمیں کیوں جہنم کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ ہمیں تو بتایا ہی نہیں گیا۔ اتنا بڑا امتحان تھا لیکن امتحان سے پہلے اس کی تیاری کے بارے میں ہماری رہنمائی ہی نہیں کی گئی۔ رسولوں کے آنے سے لوگوں پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔ اب کسی کے پاس یہ دلیل نہیں رہے گی۔ یہ گویا قطع عذر اور اتمام حجت ہے۔ قرآن مجید میں یہ مضمون کئی جگہوں پر آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ہر اُمت میں سے ایک گواہ کو کھڑا کریں گے، جو کہے گا کہ پروردگار میں نے تیرا پیغام اپنی قوم تک پہنچا دیا تھا۔ فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿٤١﴾ ﴾ ''بھلا اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے احوال بتانے والے کو بلائیں گے اور تم کو ان لوگوں کا (حال بتانے کو) گواہ طلب کریں گے۔''

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے کچھ قرآن سناؤ۔ انہوں نے عرض کی، حضور ﷺ آپ کو سناؤں؟ جبکہ آپ پر تو قرآن نازل ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، ہاں سناؤ، مجھے دوسروں سے سن کر اور لذت محسوس ہوتی ہے۔ تعمیل امر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ النساء کی قراءت شروع کر دی۔ جب اِس (41 ویں) آیت پر پہنچے تو حضور ﷺ نے فرمایا: بس کرو بس کرو۔ انہوں نے دیکھا کہ آپؐ کے آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ یہ آنسو آخر کس بات پر بہہ رہے تھے؟ کس بات کی فکر آپؐ کو لاحق تھی۔ آپؐ کی یہ کیفیت اس وجہ سے ہوئی کہ آپؐ کو آخرت میں اپنی قوم کے خلاف گواہی دینی ہوگی۔ بہر کیف انبیاء کرام علیہم السلام جب پیغام حق لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں تو اُن پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد کسی کے پاس کوئی عذر نہیں رہ جاتا۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ شخص جس تک رسول اور نبی کی دعوت نہیں پہنچی، وہ حساب سے بچ جائے گا۔ ہرگز نہیں، بلکہ مسئولیت ہر شخص سے ہے۔ چنانچہ اس مسئولیت اور محاسبہ کی کئی بنیادیں ہیں۔ محاسبہ کی اوّلین بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سماعت و

بصارت عطا کی۔ دوسرے یہ کہ اسے عقل وخرد سے نوازا۔ قرآن حکیم میں فرمایا گیا: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴿۳۶﴾﴾ (سورۂ بنی اسرائیل) ''اور (اے بندے) جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب (جوارح) کے بارے میں ضرور باز پرس ہوگی۔'' محاسبہ کی تیسری بنیاد یہ ہے کہ نفس انسانی کے اندر نیکی و بدی کا شعور الہام کیا گیا۔ نیکی بدی کی پہچان فطرت انسانی میں رکھ دی گئی ہے۔ سورۃ الشمس میں فرمایا گیا: ﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ﴿۸﴾﴾ ''پھر اس کو بدکاری (سے بچنے) اور پرہیزگاری کرنے کی سمجھ دی۔'' ہر شخص بنیادی طور پر یہ جانتا ہے کہ جھوٹ بولنا برا ہے، اور سچ بولنا اچھا ہے۔ ہمدردی اچھی شے ہے اور ظلم بری شے ہے۔ یہ چیزیں بنیادی اخلاقیات میں سے ہیں جو انسان کی فطرت میں شامل ہیں۔ اس لیے قرآن نیکی کو معروف کہتا ہے یعنی یہ لوگوں کے نزدیک جانی پہچانی شے ہے، اور برائی اور گناہ کو منکر کا نام دیتا ہے، یعنی اس سے انسان کی طبیعت نفرت کرتی ہے۔ محاسبہ کی چوتھی بنیاد روح میں اللہ کی معرفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام ارواح انسانی سے اپنی بندگی کا عہد لیا۔ اُن سے پوچھا: ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ﴿قَالُوْا بَلٰى﴾ (تمام ارواح نے) کہا کیوں نہیں، تو ہی ہمارا رب ہے۔ (ہم تیری ہی بندگی کریں گے) محاسبہ اخروی کی پانچویں بنیاد وہ جذبۂ محبت ہے جو روح میں رکھا گیا ہے۔ یہ معرفت اور محبت خوابیدہ ہے۔ اس کو بیدار کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام ربانی کی بارش ہوتی ہے۔ روح کو کلام ربانی کی غذا ملتی ہے تو اس کی صلاحیت ابھرتی ہے۔ ان پانچ چیزوں کی بنیاد پر ہر شخص روزِ محشر جوابدہ ہوگا، چاہے اُس کے پاس کسی نبی اور کسی رسول کا پیغام نہ بھی پہنچا ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کے ساتھ ساتھ نبوت و رسالت اور کتابوں کا سلسلہ بھی جاری کیا۔ نبی لوگوں کو خیر کی دعوت دیتے اور بدی سے روکتے ہیں اور نیکی اور بدی کی پہچان اور بڑھا دیتے ہیں جس سے انسان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ میرا اصل مقام کیا ہے۔ اُسے یہ بات یاد آ جاتی ہے کہ میں کون ہوں، اور مجھے اللہ کو راضی کرنے کے لیے کیا کرنا ہے۔ میں اس امتحان زندگی میں کیسے سرخرو ہو سکتا ہوں۔ جب نبی آ گئے، تو اخلاق کا پیکر، سیرت و کردار کا مجسمہ انسان کے سامنے آ گیا۔ حق کی دعوت بھی سامنے آ گئی اور نمونۂ عمل بھی۔ ہر نبی نے اپنے دور میں روح میں چھپی یا دبی ہوئی چیزوں کو اجاگر کیا۔ اس سے گویا دو کام ہو گئے۔ ایک یہ کہ لوگوں کے لیے حق کو پہچاننا اور اسلام پر چلنا آسان ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ ان پر حجت تمام ہو گئی۔ چنانچہ اب آخرت میں نبی اور رسول کھڑے ہو کر گواہی دیں گے کہ اے اللہ، ہم نے ان لوگوں تک تیرا پیغام پہنچا دیا تھا۔ اب یہ اپنے اعمال کے لیے خود جواب دہ ہیں۔ یہ آج یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم تک اللہ کا پیغام پہنچا ہی نہیں، ہم سے جواب طلبی کیوں ہو رہی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے تو اتمام حجت کے معاملے کو کمال تک پہنچا دیا۔ آپؐ نے لوگوں سے بھی اِس کی گواہی بھی لے لی۔ پس مسئولیت تو ہر شخص سے ہے۔ چاہے اس تک نبی یا رسول کی دعوت نہ بھی پہنچی ہو، لیکن جن تک پہنچ گئی ان کی مسئولیت سخت تر ہو گی کہ اُن پر اتمام حجت ہو گئی۔ وہ تو بالکل کوئی بہانہ کر ہی نہیں سکتے۔ یہ ہے رسولوں کو بھیجنے کا بہت بڑا مقصد۔ اس کا تعلق محاسبہ اُخروی سے ہے۔ دنیوی اعتبار سے رسولوں کو بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ نظام عدل وقسط کو قائم کریں، تاکہ کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکے۔ عدل وانصاف والا معاشرہ وجود میں آئے جس میں خیر کے جذبات پروان چڑھ سکیں، اور منکرات کو جڑ سے اکھاڑ گیا ہو تاکہ انسان کے لئے نارمل کیفیت میں رہتے ہوئے ابدی کامیابی تک پہنچنا آسان ہو جائے۔

یہ بات بھی واضح ہو کہ کوئی بھی انسان یا انسانی گروہ خواہ وہ کتنی ہی صلاحیتوں کا حامل ہو وہ پوری نوع انسانی کے لیے منصفانہ نظام تجویز نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ نظام دینے والا یا تو مرد ہو گا یا عورت۔ مرد اپنے نقطۂ نظر سے دیکھے گا۔ وہ عورت کی نفسیات سے اس طرح واقف نہیں ہے جس طرح رب واقف ہے۔ اُسے کیا خبر کہ عورتوں کے لئے حقیقی معنی میں عدل و انصاف کیا ہے۔ مرد جب نظام بنائے گا تو اپنے مفادات پیش نظر رکھے گا۔ اسی طرح جب عورت نظام وضع کرے گی تو مرد کی ضروریات کی بجائے اپنے مفادات دیکھے گی۔ اسی طرح کا معاملہ کارخانہ دار اور مزدور کا ہے۔ ان میں سے بھی جب کوئی نظام بنائے گا تو اپنے طبقاتی مفادات ہی اُس کے سامنے ہوں گے۔ دوسرے کے مفادات فراموش کر دے گا۔ دنیا کو عادلانہ نظام صرف اللہ تعالیٰ ہی عطا کر سکتا ہے، جو کل نوع انسانی کی جملہ ضروریات کو جانتا ہے۔ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام سرمایہ داروں کا وضع کردہ ہے، جس کے ذریعے سرمایہ دار انسانوں کے خون پسینے کی کمائی کو سود کے ذریعے ہڑپ کر رہا ہے، اور نوع انسانی کی عظیم اکثریت سودی نظام کے خونی شکنجے میں جکڑی کراہ رہی ہے۔ نبی آخر الزماں ﷺ نے نہ صرف نوع انسانی کو عظیم الشان عادلانہ نظام عطا فرمایا بلکہ آپؐ نے اس نظام کو بالفعل قائم کر کے دکھا دیا۔ یہ نظام سرمایہ داریت کی موت ہے۔ طالبان کا ''قصور'' یہ تھا کہ وہ اسلام کے نظام عدل کے قیام کے لیے کوشاں تھے۔ کافر طاقتیں اور مراعات یافتہ طبقات اسلامی خلافت سے خوفزدہ ہیں۔ اس لیے سرمایہ دارانہ استحصالی کفریہ قوتوں نے اسلامی نظام کو ختم کرنے کے لیے افغانستان پر یلغار کر دی۔ یہ لوگ اسلام کے عادلانہ نظام کا قیام کبھی گوارا نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں طبقات کی سرکوبی کے لیے لوہا اتارا ہے۔ ہمارے تمام مسائل کا حل اسلام کے نظام عدل میں ہے۔ اس کے بغیر ہم مسائل اور مصائب کے گرداب سے نہیں نکل سکتے۔

❁❁❁

ادارہ ندائے خلافت کی جانب سے قارئین کو

عید مبارک

نیز قارئین نوٹ فرمالیں کہ عید الفطر کی تعطیلات کی وجہ سے پریس اور ادارہ کے دفاتر بند رہیں گے۔ بنابریں ندائے خلافت کا آئندہ شمارہ شائع نہیں ہوگا۔

اطلاع

مسجد دارالسلام باغِ جناح لاہور میں نماز عید حسب سابق امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب پڑھائیں گے۔ نماز کا وقت صبح 6:30 بجے طے کیا گیا ہے۔

اغیار سے یہ خوف، یہ دشمن سے مروّت؟

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

مصر میں تحریر چوک دوبارہ آباد ہو چکا ہے۔ نئی حکومت مصر کے لیے امریکی چھچھوندر ثابت ہو رہی ہے، نہ اُگلے بن پڑے نہ نگلے۔ آج مسلم دنیا کے نہتے نوجوان آہنی عزائم لیے کرفیوؤں کے مقابل جابجا تن کر کھڑے ہیں۔ تو تیر آزما، ہم جگر آزمائیں۔ افغانستان میں دنیا بھر کے اسلحے اور عساکر نے شکست فاش کھائی ہے۔ ان مقامی فرعونی جتھوں کا مقابلہ جاری ہے۔ جنرل عبدالفتاح السیسی غیر متوقع مزاحمت پر سی سی کر اٹھا ہے۔ تاہم صدر مُرسی کے اہل خانہ کا یہ کہنا کہ معزول صدر کے اغوا پر فوج کے خلاف قانونی چارہ جوئی کریں گے، ایک لطیفہ ہے۔ فوج کے خلاف عدلیہ سے رجوع؟ ان سے بہتر تجربہ کون رکھتا ہے کہ فرعونی صنعت اغوا کاری میں طاق مصری فوج کے سامنے عدلیہ کی کیا حیثیت...! عدل تو یوں بھی مسلمان ممالک میں گورے کے قانون کے جُرعے پی پی کر عدلی (منصور) ہو جاتا ہے۔ اسم تصغیر۔ ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے والا عدل۔ مسلم ممالک میں عدلیہ کی قوی ترین مثال اگر کہیں موجود ہے تو وہ چیف جسٹس افتخار چودھری اور چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ دوست محمد خان کی صورت میں موجود ہے۔ مگر اس صنعت اغوا کاری اور اس کی ذمہ دار قوتوں کے سامنے قانون کی بے بسی ملاحظہ ہو 'ہم دباؤ ڈالتے ہیں تو لاشیں ملتی ہیں'۔ یہ اصول ہے لہٰذا خاندان مرسی خاموش ہو جائے! یہاں ہزاروں خاندان دربدر ہو گئے۔ کتنی مائیں انتظار کی سولی پہ لٹکی یہ کہتی رخصت ہو گئیں۔ کاگا سب تن کھائیو، چن چن کھائیو ماس، دو نیناں مت چھیڑیو انہیں بیٹا، ملن کی آس۔

پاکستان کا مستقبل معلق ہے اس ایک بات پر کہ یہاں فیصلوں، پالیسی سازی کی کنجی قانون آئین کے ہاتھ ہو یا لاٹھی برداروں کے ہاتھ۔ لیکن حکومت بنے جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہوں گے کہ وزیر اعظم نے طالبان سے مذاکرات پر ایک مضبوط مؤقف سے دو ملاقاتوں کے بعد ہی رجوع کر لیا۔ امریکی خواہشات کے عین مطابق 'ہماری جنگ' از سرنو بھڑکائی جائے۔ (فوج کا نفس ناطقہ) جنرل اسلم بیگ کہہ چکے ہیں کہ فوج مذاکرات کے حق میں نہیں۔ 'ہمارے ادارے مذاکرات ہونے نہیں دے رہے'۔ لہٰذا پاکستانی عوام امن اور ترقی کے خواب دیکھنا چھوڑ دیں۔ چولہا بند عوام کا تو ہو گا، جنگ کا نہیں۔ قبائل کی سرزمین پر آگ بھڑکتی رہے گی۔ ڈالروں کے ایندھن سے جلنے والی اس آگ کے شعلے ملک کو یونہی دھواں دھواں کرتے رہیں گے۔ کون سی بلٹ ٹرین۔ کہاں کی معاشی بحالی۔ ہم صرف جنگ جنگ کھیلیں گے۔ بلوچستان والے حالات سے ترکی نے کردوں کے ہاں نمٹا تھا۔ شریف برادران کو ترک بھائیوں سے بہت کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے۔ ترکی میں یہ اس لیے ممکن ہوا کہ فوج کی بجائے سول حکومت کے ہاتھ میں فیصلے کی کنجی تھی۔ وزیر اعظم کی مذاکرات سے دست برداری سویلین حکومت کی بہت بڑی ناکامی ہو گی۔ 'نئے پاکستان' اور نوجوان کی آنکھوں میں پُرامن، مضبوط پاکستان کے خواب اتارنے والے عمران خان کہاں ہیں؟ ملک گردابوں میں ہو اور کھیون ہار لندن کی ٹھنڈی ہواؤں میں؟ ملک کو وہی سلیمانی ٹوپی والے پُراسرار ہاتھ آج بھی چلا رہے ہیں جو این آر او دور میں مؤثر تھے۔ ملک کے بخیئے ادھڑ گئے لیکن ملکی تباہی کا ذمہ دار پرویز مشرف اتنا پُراعتماد تھا کہ تمام تر جرائم کی نشاندہی کے باوجود، وہ ڈٹ کر بخوشی پاکستان لوٹا۔ اسے یقین تھا (بجا طور پر) کہ وہ مقدس گایوں کے اس ریوڑ سے تعلق رکھتا ہے جو قانون، احتساب، آئین، عدل سے ماورا ہے۔ یحیٰ خان اور جنرل نیازی کو کوئی میلی آنکھ سے نہ دیکھ سکا تو پرویز مشرف کا بال بیکا کیونکر ہو گا۔ وہ آگ جو مشرقی پاکستان میں لگی جس نے 41 سال بعد محبانِ پاکستان پروفیسر غلام اعظم اور علی مجاہد کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، اس پر حکومت اور فوج کی بے حسی اور بے مروتی دیدنی ہے۔ مرے تھے جن کے لیے وہ رہے وضو کرتے! اتنے سالوں میں تو گورے نے وضو کرنا بھی بھلا دیا۔! سول حکومت کی سیاسی بصیرت کا یہ امتحان ہے کہ اب اسی نوعیت کی بھڑکتی آگ کو یہ ایندھن فراہم کرے گی یا مشرقی پاکستان، بلوچستان اور قبائل کے حالیہ 12 سال کے تجربات کے نتیجے میں امریکہ اور بندوق سے الگ بیٹھ کر خود فیصلہ کرے گی۔ یہ اس کی خودمختاری کا بھی امتحان ہے جس پر پاکستان کی خودمختاری کا انحصار ہے۔ ورنہ بلٹ رہ جائے گی، امن اور ترقی کی ٹرین نکل جائے گی اور سول حکومت صرف بیٹھ کر تماشا دیکھے گی۔ انتقام در انتقام کی آگ بھڑکے گی اور ملک کی اینٹ سے اینٹ بجائے گی (خدانخواستہ) سی آئی اے افغانستان میں اڈے بند کر رہی ہے۔ (شاید پاکستان میں مزید کھول لے) اور جنرل ڈیمپسی کا (شام میں) یہ کہنا ہے کہ جنگ بڑا مہنگا کھیل ہے مگر یہ ہمارا مفلوک الحال، آئی ایم ایف مہاجن کے ہاتھ گروی پڑا ملک یہ مہنگا کھیل جاری رکھے گا۔ ادھر بھارت، دریائے چناب پر بگلیہار سے پانچ گنا بڑا ڈیم بنا رہا ہے۔ پاکستان دم سادھے چپکا پڑا ہے۔ ہمارے حصے میں پانی صرف برسات میں ہمارے عوام اور کھڑی فصلیں ڈبونے کے کام آتا ہے۔ بوقت ضرورت چلو بھر بھی میسر نہیں آتا کہ پالیسی سازوں کو ڈبکی دی جاسکے۔ جبکہ ایشیائی ترقیاتی بنک یہ وارننگ دے چکا ہے کہ پاکستان آبی وسائل کی شدید کمی کا شکار ہے، قحط کے دہانے پر ہے۔ دنیا کے بہترین نہری نظام کا حامل ملک جسے پروردگار نے زرخیز زمین اور پانچ دریاؤں کی نعمت عظمیٰ دی تھی، حکمرانوں نے آج تک بڑی محنت اور عرق ریزی سے اجاڑا ہے۔

قوم سبا کی مثال (خدانخواستہ) حرف بہ حرف ہم پر صادر آرہی ہے۔ سورۃ سبا میں بندگی اور شکرگزاری سے منہ موڑ کر رب کی نافرمانی و نمک حرامی پر کمربستہ قوم کس طرح آب پاشی کے بہترین نظام اور سرسبز و شاداب باغات سے محروم کر دی گئی۔ زراعت و تجارت سے بے پناہ عروج پانے والی، بہترین جغرافیائی مقام کی حامل قوم کو اللہ کے غضب نے تتر بتر کر دیا۔ افسانہ پارینہ بن گئی۔ تاریخ میں فلک بوس عمارات (قصرِ غمدان، 20 منزل بلند، ہر منزل 36 فٹ اونچی) بنانے والی قوم رب تعالیٰ سے منہ موڑنے پر بھولی بسری داستان رہ گئی۔ تاریخ کے اسباق اللہ نے قرآن میں ہمیں اسی لیے پڑھائے۔ ہم ماہِ قرآن، رمضان میں تراویح میں ان اسباق سے گزر رہے ہیں۔ تاہم ہمارے ہاں قرآن مردوں پر پڑھنے کے لیے اٹھا رکھا گیا۔ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ کرسی والے نے کرسی عطا کی تو نگاہیں سوئے وائٹ ہاؤس طواف کرنے لگیں۔ (آیت الکرسی صرف حصول کرسی تک یاد رہتی ہے)۔ آئین مسلم (قرآن و سنت) سے رجوع؟ مرسی کی کہانی ڈراؤنا خواب بن کر آڑے آتی ہے! ہمارے ممالک مصر، شام، تیونس کی کہانیاں دہراتے رہیں گے یا سر پر لٹکتی استعمار کی تلوار سے ایمان کے زور پر نمٹیں گے؟

(باقی صفحہ 10 پر)

عید الفطر

اللہ کی نعمتوں پر شکرانے کا جشن

مولانا محمد امین اثری

عید الفطر کی حیثیت:

رمضان المبارک کے پورے مہینے کے روزے رکھ چکنے کے معنی اللہ کی بندگی کے ایک دشوار فریضے کو ادا کر لینے کے ہیں۔ ایسے موقع پر آدمی کے دل میں، ایک انسان ہونے کی حیثیت سے خوشی کے جذبات کا، اور مومن ہونے کی حیثیت سے شکر و سپاس کے جذبات کا پیدا ہونا بالکل فطری بات ہے۔ اسی فطری جذبے کا مظہر ہے جسے عید الفطر کہا جاتا ہے۔

یہ عید اس لیے مشروع فرمائی گئی ہے تا کہ مومن روزے کے فرض ادا کر لینے پر اپنی روح کی مسرت کا اظہار کرے۔ دوسری طرف اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اپنی بندگی کا ایک اہم فریضہ ادا کرنے کی اسے توفیق بخشی۔ معلوم ہوا کہ اسلام میں تہوار کی نوعیت دوسری قوموں کے تہواروں سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ یہاں عید کا جشن کسی دنیوی مقصد کے حاصل ہو جانے کی یاد میں نہیں منایا جاتا بلکہ ایک فریضۂ عبادت کے ادا کر لینے اور اخروی فلاح کا مستحق ہو جانے کی خوشی میں منایا جاتا ہے۔

عید کی رات کی عبادت:

عید اور بقر عید کی راتیں شرف اور بزرگی کی راتیں ہیں۔ ان میں بھی جاگنے اور عبادت کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلّٰهِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ۔" [سنن ابن ماجہ]

"جس نے اللہ کے ثواب کی خاطر دونوں عیدوں کی راتوں میں عبادت کی اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن بہت سے دل مردہ ہو رہے ہوں گے۔"

یعنی قیامت کے دن جب کہ لوگوں پر بے حد سختیاں اور دہشتیں ہوں گی اور لوگ حواس باختہ ہو جائیں گے اس دن اس کا دل بالکل بے خوف اور مطمئن ہو گا۔

عید کے دن کی سنتیں:

عید کے دن ان کاموں کا کرنا مسنون ہے:

1 غسل کرنا۔ عروۃ بن زبیر ؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ عیدین کے دن غسل کرنا سنت ہے۔" (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی)

اسی طرح حضرت ابن عمر ؓ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ "وہ عیدگاہ جانے سے پہلے غسل کیا کرتے تھے۔" (موطا امام مالکؒ)

2 عمدہ کپڑے پہننا۔ حاکم کی روایت ہے کہ "آنحضرت ﷺ نے عیدین کے موقع پر حسب توفیق اچھے سے اچھے کپڑے پہننے کی ہدایت فرمائی ہے۔" چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ جن کا اتباع سنت مثالی حیثیت رکھتا ہے، عیدین میں بہترین کپڑے زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ (فتح الباری، بحوالہ بیہقی وابن ابی الدنیا)

3 خوشبو استعمال کرنا، حاکم کی مذکورہ بالا حدیث میں یہ ہدایت بھی موجود ہے کہ "عیدین کے موقع پر حسب توفیق اچھی سے اچھی خوشبو استعمال کر لینی چاہیے۔"

4 عیدگاہ جاتے آتے ہوئے تکبیر کہنا۔ آیت قرآنی کے الفاظ ﴿وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ﴾ (البقرہ:185) یعنی "تا کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو، اس کی ہدایت بخشی پر"۔ صحابہ کرام ؓ سے بھی اس عمل کا مختلف روایتوں میں ثبوت موجود ہے جیسا کہ حضرت علی ؓ اور حضرت عمر ؓ کے بارے میں مروی ہے کہ "یہ حضرات عیدگاہ جاتے وقت تکبیریں کہا کرتے تھے۔"

اس تکبیر کے الفاظ یہ ہیں:

"اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔" (دار قطنی)

5 عیدگاہ پیدل جانا۔ حضرت علی ؓ وضاحت سے فرماتے ہیں کہ "سنت یہ ہے کہ تم عیدگاہ پیدل جاؤ" (ترمذی)

6 عیدگاہ ایک راستے سے جانا اور دوسرے سے واپس آنا۔ ترمذی، احمد اور ابن حبان کی حدیث میں ہے کہ "رسول اللہ ﷺ جب عیدگاہ کسی راستے سے جاتے واپسی دوسرے راستے سے فرماتے۔" اس طرزِ عمل کی بہت سی حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سب سے نمایاں حکمت اسلام کی شوکت اور قوت کے مظاہرے کی ہے۔

7 طاق کھجوریں یا چھوارے کھا کر یا پھر کوئی میٹھی چیز کھا کر عیدگاہ جانا۔ حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ "آنحضرت ﷺ عید الفطر کی صبح کو بغیر کھجوریں کھائے عیدگاہ تشریف نہیں لے جاتے تھے۔" (بخاری، کتاب العیدین)

عیدگاہ:

عیدگاہ سے وہ جگہ مراد ہے جہاں عیدین کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ عیدگاہ کے لیے پختہ عمارت اور منبر و محراب ضروری نہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں عید کی نماز مدینے کے مشرقی جانب آبادی سے باہر میدان میں پڑھی جاتی تھی۔ امام ابن قیم ؒ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عیدگاہ کھلی فضا میں تھی۔ نہ اس پر کوئی عمارت تھی اور نہ ہی چار دیواری۔ عیدگاہ میں کوئی منبر بھی نہ تھا۔ آپ ﷺ زمین پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، جو عام سطح سے تھوڑی اُٹھی ہوئی تھی۔ مسجد سے باہر کبھی منبر نہیں نکالا گیا تھا، سب سے پہلے جن نے منبر مسجد سے باہر نکالا وہ مروان بن الحکم تھا اور اسی کے عہد امارت میں مدینے میں کثیر بن الصلت نے گارے اور مٹی سے منبر تیار کیا۔"
(زاد المعاد، ج:1، ص250-254)

عید کی نماز کے لیے پختہ مساجد تعمیر کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ آبادی سے باہر کھلے میدان میں نماز ادا کرنا افضل ہے۔ لیکن موسم کی خرابی یا دشمن کے حملہ کا خدشہ ہو اور آبادی سے باہر جانا ممکن نہ ہو تو شہر کی جامع مسجد میں عید کی نماز ادا کی جائے۔ ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ "ایک بار بارش کے باعث رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبویؐ میں عید کی نماز پڑھائی اور صحابہ کرام ؓ نے آپؐ کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کی۔"
[سنن ابی داؤد، ابن ماجہ]

عیدگاہ میں عورتوں کی حاضری:

عورتوں کا بھی عیدگاہ جانا سنت ہے، خواہ وہ کسی عمر کی ہوں، شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، جوان ہوں یا ادھیڑ یا بوڑھی۔ اتنا ہی نہیں، بلکہ ایسی عورتوں کو بھی عیدگاہ جانا چاہیے جو طہر کی حالت میں نہ ہوں۔ چنانچہ حضرت ام عطیہ ؓ کی روایت ہے کہ "آنحضرت ﷺ کی طرف سے ہم کو حکم ہوتا تھا کہ ہم عید کے دن عیدگاہ جائیں، یہاں تک کہ پردے والی دوشیزاؤں کو بھی لے جائیں، اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ایام والی عورتوں کو بھی ساتھ لے جائیں۔ پس عورتیں عیدگاہ میں مردوں کے پیچھے رہتی تھیں۔ ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیریں کہتیں

اور ان کی دعا میں شریک ہوتیں اس امید کے ساتھ کہ اس مبارک دن کی برکت اور اس کی پاکیزگی سے فیض یاب ہوں گی۔" (بخاری، کتاب العیدین)

علمائے احناف کا خیال ہے کہ چونکہ یہ اخلاقی خرابیوں اور فتنوں کا زمانہ ہے اس لیے اب عورتوں بالخصوص جوان عورتوں کا عیدگاہ جانا نامناسب اور مکروہ ہے۔ لیکن احادیث اس رائے کی موافقت نہیں کرتیں، اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ عورتوں کو بھی عیدگاہ جانا چاہیے، ہاں یہ ضرور ہے کہ پردے کے پورے اہتمام کے ساتھ ہی جانا چاہیے۔ نہ تو کپڑوں پر کوئی خوشبو لگی ہو، اور نہ جسم پر کوئی بجنے والا زیور یا سامان آرائش ہو جو کہ کسی فتنے کا سبب بن سکے۔

عید کی نماز اور اس کا وقت:

عیدین کی نماز امام شافعیؒ اور علمائے جمہور کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ ابوسعید اصطخری شافعیؒ کے نزدیک فرض کفایہ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے۔ (بخاری)

نبی کریم ﷺ نے اسلام کے شروع زمانہ سے لے کر زمانہ وفات تک کبھی عیدین کی نمازیں ترک نہیں کیں۔ آپؐ کے بعد خلفائے اربعہؓ اور تابعین اور تبع تابعین سے بھی اس کا ترک کرنا ثابت نہیں ہے۔

جب آفتاب طلوع ہو کر روشنی پھیل جائے تو عید کی نماز کا اول وقت ہو گیا یعنی اشراق کا وقت نماز عید کا اول وقت ہے اور سورج ڈھلنے سے پہلے تک اس کا وقت باقی رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کی نماز قدرے تاخیر سے اور عید الاضحیٰ کی نماز قدرے جلدی پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ اتباع سنت میں اس قدر شدید تھے کہ سورج طلوع ہونے سے قبل گھر سے باہر نہ نکلتے۔ (زادالمعاد: ج1، ص:251)

عیدین کی نماز کے لیے نہ اذان ہے اور نہ اقامت۔ امام بخاریؒ نے اپنی "صحیح" میں عید کے دن اذان اور اقامت نہ ہونے کے بارے میں یوں باب مقرر فرمایا ہے:

اَلْمَشْيُ وَالرُّكُوْبُ إِلَى الْعِيْدِ بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ۔

[بخاری کتاب العیدین]

نماز عید سے پہلے یا بعد کو عیدگاہ میں کوئی سنت یا نفل پڑھنے کا ثبوت نہیں ہے، اس لیے وہاں کوئی ایسی نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن نکلے اور دو رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ نہ تو اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ بعد میں اور آپ کے ساتھ حضرت بلالؓ تھے۔" [بخاری، کتاب العیدین]

امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں: "عیدگاہ میں رسول اللہ ﷺ کوئی سنت وغیرہ نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی صحابہ کرامؓ عیدگاہ میں نماز عید سے قبل یا بعد میں کوئی نماز پڑھتے تھے۔" [زادالمعاد، ج1، ص251]

عید کا خطبہ:

عید کی نماز سے فراغت کے بعد عید کا خطبہ سننا مسنون ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ نماز کے بعد اپنی جگہوں پر سکون سے بیٹھے رہیں اور امام لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ دے۔ اس کے بعد عورتوں کی طرف جائے اور انہیں بھی وعظ و نصیحت کرے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کا معمول تھا۔ حضرت عطاء نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ "رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن کھڑے ہوئے اور نماز ادا کی۔ پھر خطبہ ارشاد فرمایا۔ جب فارغ ہوئے تو نیچے اتر کر عورتوں کے پاس تشریف لائے اور انہیں نصیحت فرمائی۔"

امام بخاری نے اپنی صحیح میں "مَوْعِظَةُ الْإِمَامِ النِّسَاءَ يَوْمَ الْعِيْدِ" یعنی "امام کا عید کے دن عورتوں کو نصیحت کرنا۔" کے عنوان سے ایک باب بھی مقرر کیا ہے۔ امام مسلمؒ اور دوسرے اصحاب سنن نے بھی عید کے دن عورتوں کو امام کی نصیحت کرنے کے متعلق احادیث اپنی کتب میں روایت کی ہیں۔

خطبہ کے دوران سامعین کو خطیب سے سوال کرنے یا کوئی مسئلہ پوچھنے کی اجازت ہے۔ جیسا کہ براء بن عازب نے ایک حدیث میں روایت کیا ہے (بخاری، کتاب العیدین، باب کلام الامام والناس فی خطبۃ العید واذا سئل الامام عن شیء وھو یخطب)

نماز عید سے قبل خطبہ دینا غیر مسنون ہے۔ رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ کا یہی عمل رہا ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے:

شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكُلُّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ۔" [بخاری]

"میں عید کی نماز میں رسول اللہ ﷺ، ابوبکر و عمر و عثمانؓ کے ساتھ شریک رہا ہوں۔ یہ سب حضرات خطبہ سے پہلے نماز ادا کرتے تھے۔"

عید کے خطبہ کے دوران رسول اللہ ﷺ وعظ و نصیحت فرماتے، جن چیزوں سے روکنا ہوتا ان سے منع فرماتے، جن چیزوں کا حکم دینا ہوتا ان کا حکم فرماتے اور خطبہ کے درمیان کثرت سے تکبیر پڑھتے۔

عید کے دن کی دعا:

رسول اللہ ﷺ عید کے دن اس دعا کو پڑھا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ عِيْشَةً نَقِيَّةً وَّمِيْتَةً سَوِيَّةً وَمَرَدًّا غَيْرَ مَخْزِيٍّ وَّلَا فَاضِحٍ۔ اَللّٰهُمَّ لَا تُهْلِكْنَا فُجَاءَةً وَّلَا تَأْخُذْنَا بَغْتَةً وَّلَا تَعْجَلْ عَنْ حَقٍّ وَّلَا وَصِيَّةٍ۔ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ الْعَفَافَ وَالْغِنَا وَالْبَقَاءَ وَالْهُدٰى وَحُسْنَ عَاقِبَةِ الْاٰخِرَةِ وَالدُّنْيَا وَنَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّقَاقِ وَالرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ فِيْ دِيْنِكَ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ۔" [طبرانی]

"اے اللہ! ہم تجھ سے پاک صاف زندگی اور ایسی ہی عمدہ موت طلب کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمارا لوٹنا رسوائی اور ندامت کا نہ ہو۔ اے میرے مولا، ہمیں اچانک ہلاک نہ کر اور نہ اچانک پکڑ، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم وصیت کرنے اور حق ادا کرنے سے رہ جائیں۔ الٰہی، ہم تجھ سے پاک دامنی، غنا، بقا، ہدایت اور دین و دنیا کی بہتری مانگتے ہیں اور تیری پناہ چاہتے ہیں، شک اور نافرمانی سے اور دین کے کاموں میں دکھاوے، سناوے سے۔ اے دلوں کے پھیرنے والے، ہمارے دلوں کو ہدایت کے بعد ٹیڑھا نہ کر، اور اپنے پاس سے رحمت خاص عطا فرما۔ یقیناً تو بڑا داتا ہے۔"

❁❁❁

بقیہ کار تریاقی

دین و دنیا کی جدائی اور تفریق کے بھاری گناہ کا ارتکاب ہماری خرابیوں کی جڑ ہے۔

ہوئی دین و ملت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری

اسی امیری وزیری نے قوم کو سولی پر ٹانک رکھا ہے۔ ایسے میں ابلیس بھی راضی خوشی اب رمضانی قید کو جاتا ہوگا۔

جمہور کے ابلیس ہیں ارباب سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہ افلاک

آج قوم کا مستقبل صلیبی جنگ سے آزاد، خودمختار ایمانی پالیسی کا منتظر ہے۔ دجالی جنگ سے قدم باہر نکالیے، آپ کا دوسرا قدم ان شاء اللہ عافیت و برکات ارضی و سماوی کا ہوگا!

الحاد کی تہذیب سے کب تک یہ عقیدت
اغیار سے یہ خوف یہ دشمن سے مروّت
اب ٹوٹے گی مانگے ہوئے افکار کی قیمت
کب تک رہیں آپس میں جدا دین و سیاست!

امیر تنظیم اسلامی کا پیغام عید، رفقاء واحباب کے نام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

برادران اسلام! ایک طویل عرصہ سے امتِ مسلمہ سیاسی اور معاشی ہی نہیں سماجی سطح پر بھی زوال پذیر ہے، لیکن اب یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ زوال اپنی انتہا کو پہنچا چاہتا ہے۔ وحدتِ امت کا تو تصور بھی اب دھندلا گیا ہے۔ نتیجتاً عالم کفر کے خلاف متحد ہونا تو بڑی دور کی بات ہے، خود مسلم ممالک باہم دست وگریبان ہیں۔ گلوبل سطح پر بعض مسلم ممالک کے خلاف سرخ یا سفید سامراج کی سازشوں میں مسلم ممالک ہی ایک دوسرے کے خلاف عیسائیوں، یہودیوں اور روسیوں کا ساتھ دیتے ہوئے صاف نظر آتے ہیں۔ مصر میں مورسی حکومت گرانے کا معاملہ ہو یا شام میں جاری جنگ کا، ہر جگہ مسلمان باہم منقسم ہو کر اسلام دشمن قوتوں کی تقویت کا سامان پیدا کر رہے ہیں۔ امریکہ کی قیادت میں عالم کفر دنیا کے کسی بھی حصے میں پہلے صرف حقیقی ''اسلامی فلاحی ریاست'' کے قیام کے راستے میں دیوار بنا ہوا تھا، لیکن اب انہیں کسی اسلامی ملک میں ''اسلام پسندوں کی حکومت'' بھی گوارا نہیں۔ اسی لیے مصر میں اخوان المسلمون کی حکومت کا خاتمہ کیا گیا۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اس کار بد کے لیے اخباری اطلاعات کے مطابق سعودی عرب اور عرب امارات نے مالی، سیاسی اور اخلاقی مدد فراہم کی ہے۔ صرف سرزمین افغانستان ہے جہاں سے ٹھنڈی ہوا کے جونکے آتے محسوس ہوتے ہیں، جہاں امریکہ کی سربراہی میں نیٹو اتحادیوں کو مسلسل شکست اور ہزیمت کا سامنا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ جلد وہ وقت آنے والا ہے جب طالبان افغانستان کی سربراہی اور قیادت میں افغانستان ایک بار پھر امارت اسلامیہ افغانستان کے نام سے ایک حقیقی اسلامی ریاست بن کر ابھرے گا، ان شاء اللہ۔

مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان بھی پستی اور ذلت ونکبت کی طرف اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔ کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ نئی حکومت کو اگر قراردادِ مقاصد یاد آئی ہے تو وہ بھی محض ایک انتہائی کم تر سیاسی مفاد کے حصول کے لیے (یاد رہے کہ راجہ ظفر الحق نے سپریم کورٹ میں صدارتی انتخابات کی طے شدہ تاریخ شیڈول سے ایک ہفتہ قبل کروانے کے لیے جو رٹ دائر کی تھی اُس کے لیے قراردادِ مقاصد کو بنیاد بنایا تھا) ملک وقوم کے قبلے کی درستی کے حوالے سے قراردادِ مقاصد سے استفادہ کرنے کا کوئی ارادہ دور دور نظر نہیں آتا۔ داخلی سطح پر صرف پچاس دنوں میں حکومتی سطح پر بعض بڑے اسکینڈل سامنے آنا شروع ہو گئے ہیں۔ لوڈ شیڈنگ، گرانی، بدامنی، قتل وغارت اور ٹارگٹ کلنگ کے حوالے سے کوئی بہتری نظر نہیں آ رہی۔ قبائلی مسلمان بھائیوں پر ڈرون حملے جاری ہیں لیکن نئی حکومت بھی رسمی احتجاج سے آگے بڑھنے کو تیار نہیں۔ خارجی سطح پر نئی حکومت کی بھارت سے محبت اور یکطرفہ اچھے تعلقات کی خواہش ایک جنون کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ گویا شریف برادران کی حکومت اپنے پیشروں پرویز مشرف اور زرداری کے نقشِ پا پر ہی رواں دواں نظر آتی ہے۔ قصہ مختصر سودی لین دین ہو، فحاشی وعریانی ہو یا اسلام کے بدترین دشمن امریکہ سے اتحاد کا معاملہ ہو، ہم اپنے ان قومی اور دینی جرائم پر ڈھٹائی سے ڈٹے ہوئے ہیں۔ توبہ اور رجوع الی اللہ سے عملی طور پر انکاری ہیں، چنانچہ نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ بقول اقبال ؎

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

رفقاء گرامی! عید الفطر کا دن اصل میں ربّ کائنات کی جناب میں اُس کی دو عظیم نعمتوں پر شکر بجالانے اور باوقار انداز میں خوشی منانے کا دن ہے۔ ایک نعمت وہ جسے خود اللہ ربّ العزت نے اپنی رحمانیت کا سب سے بڑا مظہر قرار دیا ہے۔ اَلرَّحۡمٰنُ ۝ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ۝ —— یعنی اللہ کی کتاب قرآن حکیم —— جو سرتاسر ہدایت ہے اور اُس صراطِ مستقیم کی رہنمائی کرنے والا ہے جو ہمارے لئے ابدی وحقیقی کامیابیوں اور حصولِ رضائے رب کی ضامن ہے —— اور دوسری نعمت ماہ رمضان المبارک میں روزے جیسی عظیم عبادت کی توفیق کا ملنا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ہمارا رب اس ماہِ مبارک اور قرآن حکیم کی برکت سے سال کے آئندہ گیارہ مہینوں میں ہمیں ہر اس چیز سے بچنے اور اسے ترک کرنے کی توفیق بخشے جو اسے ناپسند ہے اور جس سے اُس کے حبیب نبی آخر الزماں ﷺ نے ہمیں باز رہنے کا حکم دیا ہے —— اور ہر اس کام اور دینی ذمہ داری کو بحسن وخوبی سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے جو ہمارے رب کو پسند ہے اور جس سے وہ راضی ہے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقۡنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرۡضٰی۔

آج کے حالات اُمت مسلمہ کے ہر فرد سے یہ سوال کرتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کا پسندیدہ دینِ اسلام، خود مسلمانوں کے اپنے ملکوں میں مغلوب ہو، اللہ کے احکامات اور رسول ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پامال کی جاتی ہو، شعائر اللہ کا استہزا کیا جا رہا ہو اور مسلمان عملی اعتبار سے اللہ کے دشمنوں اور باغیوں سے دوستی اور تعلق رکھنے کو باعث عز وشرف سمجھیں، اور اس سب کے باوجود ہم مسلمان دینی اعتبار سے اپنا قبلہ درست کیے بغیر کسی قدر نماز، روزہ کا اہتمام کر کے یہ خیال کریں کہ اللہ کی رحمت اور نصرت ہمیں حاصل ہو گی؟ کیا یہ خود فریبی نہیں ہے؟ یہ پنج وقتہ نماز اور ماہِ رمضان کے روزے جہاں ایک طرف روحانی ترقی اور تعلق مع اللہ کا مؤثر ذریعہ ہیں، وہاں یہ ہمیں اپنے رب کی کبریائی قائم کرنے کے لیے قوت اور توانائی بخشنے کا ذریعہ بھی ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے شدید بیزاری کا اظہار فرمایا ہے جو کتاب وشریعت کے ایک حصہ کو مانتے ہیں اور دوسرے احکام کا اپنے عمل سے انکار کرتے ہیں۔ ان حالات میں تنظیم اسلامی کے رفقاء واحباب کے لیے میرا خصوصی پیغام ہے کہ ؏ ساتھیو! مشعلوں کو تیز کرو!! ہمیں اپنی تمام دینی ذمہ داریوں کی ادائی پر ہمت کے ساتھ کمر بستہ ہونا ہو گا!

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ ہمیں اپنے اصل نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول کے لئے غلبہ واقامتِ دین کی جدوجہد سمیت اپنی تمام دینی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) —— اے ہمارے پروردگار! اس ہلالِ عید کو ہمارے لئے اور پوری اُمت مسلمہ کے لئے امن وامان اور سلامتی واسلام کا چاند بنا کر طلوع فرما اور اسے ہمارے لئے رشد وہدایت کا موجب بنا دے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد!

احقر **عاکف سعید** عفی عنہ

برما کے مظلوم مسلمان اور عالمی ضمیر کی بے حسی

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی
مولانا عبدالرؤف فاروقی (رہنما جمعیت علماء اسلام)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد

سوال: ایک عرصہ سے برما کے مسلمانوں کا قتل عام جاری ہے۔ آپ برما کے مظلوم مسلمانوں کی دادرسی اور بحالی کا کام کر رہے ہیں ۔ یہ بتائیے کہ برما کی تازہ ترین صورتِ حال کیا ہے؟

عبدالرؤف فاروقی: برما میں اراکان اور روہنگیا کے مسلمان ایک طویل عرصے سے ظلم و جبر کا شکار ہیں۔ اراکان برما کا 16 ہزار مربع میل کا مسلم اکثریتی علاقہ ہے۔ برما کی بدھ مت حکومت ابتدا سے مسلمانوں کو جبر کا شکار بنائے ہوئے ہے۔ تازہ ترین لہر سے آگاہی سوشل میڈیا کی وجہ سے ہوئی، ورنہ یہ ظلم صدیوں سے جاری ہے۔ دراصل ہمارے بھائیوں کو مسلمان ہونے کی سزا دی جا رہی ہے۔ بدھ مذہب کے پیروکاروں کے بارے میں عمومی تاثر یہ ہے کہ وہ بے ضرر لوگ ہیں، مگر اِن ''بے ضرر'' لوگوں نے مسلمانوں پر درندگی اور بہیمیت کی انتہا کر دی ہے۔ ماضی میں اراکان ایک آزاد مسلم ریاست تھی جسے جبر کے ساتھ توڑا گیا اور مسلمانوں کو غلام بنایا گیا تھا۔ انہیں خطرہ یہ ہے کہ کہیں مسلمان آزادی حاصل کرنے کے لیے نہ اُٹھ کھڑے ہوں اور برما میں دوبارہ مسلم ریاست نہ جنم لے لے۔ اس پورے خطے میں مسلمانوں کا وہ طبقہ آباد ہے جو انتہائی غیرت مند اور نبوی تہذیب پر عمل کرنے والا ہے۔ وہ ایک ہی نظریے اور ایک ہی سیاسی سوچ رکھتے ہیں۔ انہوں نے مسجدوں کو آباد رکھا ہے، مسلم تہذیب کو مضبوطی سے تھاما ہوا ہے۔ بچوں، بوڑھوں، خواتین سب کو دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے یہ چودہ سو سال پہلے کے مسلمان ہیں۔ وہ نئی دنیا کے رنگ ڈھنگ سے متاثر نہیں ہوئے اور انہوں نے تہذیبی اعتبار سے اپنا وجود برقرار رکھا ہے۔ اس معاملہ کو صرف بدھ مت کے پیروکار ہی نہیں آس پاس کے خطوں کی دوسری غیر مسلم تہذیبیں بھی اپنے لیے خطرہ سمجھتی ہیں۔ برما کے ایک طرف چین ہے، دوسری طرف بھارت ہے جبکہ ایک طرف بنگلہ دیش ہے۔ بنگلہ دیش میں بھی اس وقت بھارت نواز حکومت موجود ہے۔ فطری طور پر اراکان، مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کا حصہ بنتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ 1946ء میں جب برطانوی سامراج نے اس خطے سے جانے کا فیصلہ کیا تو اراکان کے لوگوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے زعماء سے ملاقاتیں کیں اور کہا کہ فطری طور پر ہم اسلامی ریاست کا حصہ بنتے ہیں، لہٰذا اس تقسیم میں ہمیں پاکستان کا حصہ بنایا جائے۔ برطانوی سامراج نے کچھ چیزیں پہلے سے طے کی ہوئی تھیں کہ اس خطے میں استحکام پیدا نہ ہو اور مسلمان کبھی آرام و سکون کی زندگی نہ گزار سکیں۔ کشمیر کا مسئلہ بھی اسی لیے پیدا کیا گیا۔ اسی طرح اراکان کو چٹاگانگ (یعنی مشرقی پاکستان) کے ساتھ ملانے کی بجائے جبراً برما کا حصہ بنا دیا گیا اور برما کی بدھ حکومت نے تب سے یہاں کے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے تاکہ مسلمانوں کو دبا کر اور ان کی نسل کشی کر کے اس علاقے پر قابض رہا جا سکے۔ حالیہ ظلم و جبر کی لہر میں مسلم کشی کے لیے حالات جان بوجھ کر پیدا کیے گئے۔ مثلاً مساجد کو جلایا گیا، گھر مسمار کیے گئے، عزتیں لوٹی گئیں، افراد کو ذبح کیا گیا۔ جون 2012ء سے اب تک پانچ ہزار خواتین کی عصمت دری کی گئی ہے۔ 50 ہزار سے زیادہ مسلمان قتل ہو چکے ہیں۔ زندہ بچ جانے والوں کو ہجرت پر مجبور کیا گیا۔ دراصل برما کی حکومت اراکان کے مسلمانوں سے خوفزدہ ہے کہ اگر یہ مجتمع رہے اور اپنے مذہب سے جڑے رہے تو یہ مضبوط ہوں گے اور کہیں حقِ خوداختیاری اور آزادی کے لیے تحریک نہ شروع کر دیں۔ یا یہ کہیں صوبائی خود مختاری یا اپنے جائز حقوق کا مطالبہ نہ کر دیں اور عالمی برادری ان کی طرف متوجہ نہ ہو جائے۔ عالمی استعمار بھی اسی خوف میں مبتلا ہے کہ کہیں کسی خطے کی مسلمان ریاستیں متحد ہو کر مسلم بلاک نہ بنا لیں۔ اس لیے وہ بھی برما کی حکومت کے ان وحشیانہ مظالم پر خاموش ہے۔ اس وقت بنگلہ دیش میں 5 لاکھ سے زیادہ اراکانی کیمپوں میں پناہ گزین ہیں۔ تھائی لینڈ میں 7 سے 8 لاکھ مسلمان مہاجر کیمپوں میں رہ رہے ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ مسلمان جب اپنی جان بچانے کے لیے اراکان سے نکلتے ہیں تو ایک بڑی تعداد سمندر میں ڈوب جاتی ہے یا انھیں سرحدی ممالک کے فوجی گولیوں سے بھون دیتے ہیں۔ اس طرح مسلمان اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کرنے کے لیے یہ ظلم جاری ہے۔ ان مصائب کے باوجود یہ غیرت مند اور جرأت مند مسلمان اپنے دین کے معاملے میں کوئی سمجھوتا کرنے کے لیے تیار نہیں۔

سوال: 57 اسلامی ممالک کے سربراہ، اقوام متحدہ، جی ایٹ، او آئی سی اور دنیا بھر کا نام نہاد آزاد میڈیا برما کے مسلمانوں کی نسل کشی پر خاموش کیوں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: بات یہ ہے کہ سرد جنگ میں سوویت یونین کی شکست کے بعد اس کی سپر پاور کی حیثیت ختم ہوگئی اور امریکا دنیا کی واحد سپر پاور بن گیا۔ اس کے بعد امریکا نے کہا تھا کہ دنیا اب ہمارے مطابق چلے گی۔ امریکا کے ساتھ اس وقت پورا عالم کفر متحد ہے۔ اس اتحاد کا مقصد مسلمانوں کو نیست و نابود کرنا یا انہیں اس سطح پر لے جانا ہے کہ وہ غلاموں جیسی زندگی بسر کریں۔ برما میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اسی ایجنڈے کا حصہ ہے۔ عالمی تنظیمیں مثلاً سلامتی کونسل، جنرل اسمبلی، G-8 یا G-15 وغیرہ دراصل امریکی سرمائے اور سرپرستی میں چل رہی ہیں۔ امریکا ان تنظیموں کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہے جن میں مسلمانوں کو کمزور کرنا بھی شامل ہے۔ اس حوالے سے تشویشناک صورتِ حال یہ ہے کہ مسلمان ممالک کے سربراہان امت مسلمہ کے لیے کچھ کرنے کی بجائے امریکی ایجنڈے کی تکمیل میں تعاون کر رہے ہیں۔ برما کے معاملے پر ان کی خاموشی اور بے حسی کی یہی وجہ ہے۔ مسلمانوں پر کہیں ظلم ہو رہا ہو تو امریکا خاموش رہتا ہے، تاکہ اس ظلم کے نتیجے میں ان کی طاقت ختم ہو جائے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کا ہدف پورا ہو گیا ہے تو وہ برائے نام ان کے حق میں آواز بلند کر دیتا ہے۔ برما میں بدھوں کی حکومت ہے۔ جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اپنے عقائد کے حوالے سے کیڑے مکوڑوں کو بھی تلف نہیں کرتے لیکن مسلمانوں کے معاملہ میں ان کی درندگی دیکھ کر انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ اصل میں برما کا معاملہ ہو یا کسی اور جگہ مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہو یہ سب ''جرمِ ضعیفی'' کی سزا ہے۔ اگر مسلمان متحد

ہوتے تو کوئی حکومت مسلمانوں کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک نہیں کرسکتی تھی۔ تاریخ گواہ ہے جب مسلمان طاقتور تھے تو ایک مظلوم عورت کی فریاد پر خلیفۂ وقت نے محمد بن قاسم کو ظالم راجہ داہر کی سرکوبی کے لیے سندھ بھیجا تھا۔

سوال: فاروقی صاحب! یہ بتائیے کہ برما کے مسلمانوں کو کس جرم کی پاداش میں یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں؟

عبدالرؤف فاروقی: ان کا جرم مسلمان ہونا ہے۔ ''الکفر ملة واحدہ'' کے مصداق آج کفر ایک ملت ہے اور مسلمان جنھیں متحد ہونا چاہیے تھا، بدقسمتی سے ٹکڑوں میں بٹے ہوئے ہیں، جس کی وجہ سے ہر جگہ مصیبت کا شکار ہیں۔ برما کے مسلمان غیرت مند ہیں۔ وہاں اگرچہ صدیوں سے ظلم ہو رہا ہے لیکن وہاں اسلام قائم و دائم ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات سے چمٹے رہنے کی قوت نے ثابت کیا ہے کہ مسلمان کسی بھی دور میں شکست نہیں کھا سکتا اور وہ غلامی کی زنجیریں توڑنے کی جدوجہد ترک نہیں کرتا۔ عالم کفر کی کوشش یہ ہے کہ اس جدوجہد کے جذبے کو ختم کیا جائے۔ برما میں مساجد پر تالے لگا دیے گئے، مدارس بند کر دیے گئے، انہیں بنیادی انسانی حقوق سے محروم کر دیا گیا لیکن اس کے باوجود وہ سینہ تان کر کھڑے ہیں۔ وہ اپنی گردن جبر اور ظلم کے سامنے جھکانے کو تیار نہیں۔ وہ اپنا کلمہ چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں۔ یہ ایک ایسی لہر ہے کہ آنے والے وقتوں میں مسلمان ایک قوت بن کر اُبھریں گے اور کفر کی ساری سازشیں ناکام ہو جائیں گی۔ (ان شاء اللہ)

سوال: دنیا بھر کے مجاہدین پہلے روس کے خلاف اور اب امریکا کے خلاف مختلف محاذوں پر برسرِپیکار ہیں۔ برما کے مظلوم اور بے گناہ مسلمانوں کی مدد کے لیے کوئی محمد بن قاسم پیدا کیوں نہیں ہو رہا؟

ایوب بیگ مرزا: وسیم صاحب! اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت امت مسلمہ بحیثیت مجموعی کمزور ہے۔ اس کے باوجود دنیا بھر میں مسلمان جہادی قوتیں امریکی ایجنڈے کی تکمیل میں حائل ہیں۔ افغانستان میں امریکا اگرچہ اسلامی حکومت کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا لیکن اسلامی قوتوں نے ہتھیار نہیں ڈالے بلکہ حکمت عملی کے تحت پسپائی اختیار کر کے محاذ بدل لیا اور دس بارہ سال میں امریکا اور اتحادی افواج کو شکست سے دوچار کر دیا۔ مسلمان کمزور ہو سکتا ہے، اسلام کی طاقت کبھی کم نہیں ہوتی۔ غور طلب بات یہ ہے کہ مسلمان کے کمزور ہونے کے باوجود امریکا ان سے خوفزدہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس وہ نظام ہے جس سے دھرتی جنت نظیر بن سکتی ہے، جس کا نظارہ دنیا دورِ خلافتِ راشدہ میں دیکھ چکی ہے۔ یہود جنہوں نے دنیا کو اپنے سودی نظام کے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے، انہیں خوف ہے کہ اگر اسلام کا نظامِ عدل اجتماعی آشکارا ہو گیا تو ان کا استحصالی نظام قائم نہ رہ سکے گا جس کی بدولت وہ دنیا کو اپنا غلام بنائے ہوئے ہیں۔ امریکا جب کمیونزم کو شکست دے کر واحد سپر پاور بن کر سامنے آیا تو اس کے سامنے دو قوتیں موجود تھیں: ایک کنفیوشس تہذیب اور دوسرے اسلامی تہذیب۔ امریکا نے امت مسلمہ کو پہلے ٹارگٹ اس لیے بنایا کہ کنفیوشس تہذیب کے علمبردار چین کے پاس ایسا کوئی نظام نہیں ہے جو ان کے لیے خطرہ ہو۔ اسلام کے پاس نظام اور نظریہ دونوں موجود ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام اگر بحیثیت نظام دنیا میں قائم ہو جائے تو استحصال نام کی کوئی چیز نہیں رہے گی۔ محمد بن قاسم کی سندھ میں آمد اسی وجہ سے ممکن ہوئی کہ دنیا کے ایک خطے میں اسلامی نظام قائم ہو گیا تھا۔ اگر آج پاکستان یا دنیا میں کہیں بھی صحیح معنوں میں اسلامی ریاست قائم ہو جائے تو وہاں سے آج بھی مظلوم مسلمانوں کی دادرسی کے لیے محمد بن قاسم نکلے گا۔

سوال: جب تک دنیا میں کہیں اسلامی حکومت قائم ہوگی تب تک برما کے مسلمان ختم ہو جائیں گے۔ جہادی قوتیں جو پوری دنیا میں برسرِپیکار ہیں وہ برما کے مسلمانوں کی مدد کیوں نہیں کرتیں؟

ایوب بیگ مرزا: جیسا کہ فاروقی صاحب نے کہا کہ برما کے مسلمان کمزور ہونے کے باوجود اپنے دین کے ساتھ مخلص ہیں اور دینی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں، لہٰذا میں اس بات سے اتفاق نہیں کروں گا کہ برما کے مسلمانوں کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ برما کے مسلمان اسی ایمانی قوت کے بل بوتے پر نہتے ہونے کے باوجود ظلم و جبر کے خلاف ڈٹے ہوئے ہیں۔ ایسی صورت میں انہیں شہید کیا جا سکتا ہے، ان کی جائیدادوں پر قبضہ کیا جا سکتا ہے، انہیں بے سروسامان کیا جا سکتا ہے لیکن انہیں مٹایا نہیں جا سکتا۔ ظلم جب حد سے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔ انسانی فطرت ہے کہ وہ ظلم کو ایک حد تک برداشت کرتی ہے، پھر اس کے خلاف کھڑی ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں میں تو یہ جذبہ دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں اور بھی زیادہ ہوتا ہے۔ ایک دن آئے گا کہ اراکان کے مسلمانوں کی قربانیاں رنگ لائیں گی اور ظلم کا مقابلہ کرنے کا یہ جذبہ اراکان ہی تک محدود نہیں رہے گا بلکہ وہاں سے باہر نکل کر اسلام دشمن قوتوں کو شکست سے دوچار کرنے کا سبب بنے گا۔

عبدالرؤف فاروقی: جہاں تک جہادی قوتوں کا تعلق ہے، ان کے لیے اراکان تک رسائی کا کوئی راستہ موجود نہیں کیونکہ اراکان چاروں طرف سے کفر میں گھرا ہوا ہے۔ بنگلہ دیش کی طرف سے اراکان تک رسائی ہو سکتی تھی لیکن بنگلہ دیش میں ایک ملحد اور بھارت نواز حکومت قائم ہے جو جماعت اسلامی کے رہنماؤں پر مقدمات قائم کر کے انہیں سزائیں دے رہی ہے۔ ان حالات میں جہادی تنظیموں کو بنگلہ دیش سے بھی راستہ ملنا ممکن نہیں۔ البتہ وہاں علمائے کرام اور دینی طبقات ان مشکلات کے باوجود ڈٹے ہوئے ہیں۔ لہٰذا آنے والے انتخابات میں وہاں ایک بڑی تبدیلی متوقع ہے، جیسے دنیا بھر میں تبدیلی کی ایک لہر چلی ہوئی ہے۔ جونہی وہاں حکومت تبدیل ہوئی، اس کی بعد راستہ ملے گا اور برما کی حکومت کے لیے اس کو روکنا مشکل ہو گا۔

سوال: برما جیسے مظالم کے شکار مسلمانوں کی مدد کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

عبدالرؤف فاروقی: اس حوالے سے سب سے پہلے عالمی برادری کو جھنجھوڑا جائے، کیونکہ عالمی برادری مسلمانوں کے حق میں وہ کردار ادا نہیں کر رہی جو دوسرے معاملات میں ادا کرتی ہے۔ اگر کہیں چڑیا بھی مر جائے تو احتجاج ہوتا ہے، لیکن مسلمان پر ظلم ہو تو خاموشی اختیار کی جاتی ہے۔ انسانی ضمیر بہرحال ان معاملات پر خاموش نہیں رہتا۔ اگر عالمی ضمیر کو جھنجھوڑا جائے تو ان کی طرف سے بہت سی آوازیں مظلوم اراکانی مسلمانوں کے حق میں اُٹھ سکتی ہیں۔ اراکان ویلفیئر فاؤنڈیشن بھی اس حوالے سے کام کر رہی ہے کہ عالمی سطح پر انسانی ضمیر کو جھنجھوڑا جائے اور اسلامی برادری کو بتایا جائے کہ یہ صرف اراکان کے مسلمانوں کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ پوری ملت اسلامیہ اور انسانی برادری کا مسئلہ ہے۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اس معاملے کو عالمی عدالت انصاف اور سلامتی کونسل میں لے جایا جائے۔ اس حوالے سے مسلم سربراہان کو ایک خط لکھا جائے گا کہ وہ کسی نہ کسی درجے میں اراکان کے مسلمانوں کا مسئلہ عالمی فورمز پر ضرور اُٹھائیں۔ اس کے ساتھ یہ کام کیا جا رہا ہے کہ مہاجر کیمپوں میں جو لاکھوں اراکانی مسلمان رہ رہے ہیں انہیں زندہ رہنے کے لیے بنیادی سہولیات فراہم کی جائیں۔ اس کے ساتھ ہم اراکان کے اندر مسلمانوں تک مالی امداد پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں، تاکہ وہ اپنی جھونپڑیاں، گھر

وغیرہ تعمیر کر سکیں اور خوراک حاصل کر سکیں۔ اُمید ہے ان کوششوں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ضرور کوئی راستہ نکالیں گے۔

سوال: انڈیا نے الزام لگایا ہے کہ لشکر طیبہ اور جماعۃ الدعوۃ برما اور بنگلہ دیش میں دہشت گردانہ کارروائیاں کر رہی ہیں۔ اس الزام میں آپ کو کوئی حقیقت نظر آتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: انڈیا کے الزامات کی قلعی تو ان کے ایک افسر نے حال ہی میں ممبئی اور پارلیمنٹ حملوں کے حوالے سے کھول کر رکھ دی ہے۔ انڈیا کے ایک ڈپٹی سیکرٹری داخلہ ایس پی مانی نے عدالت میں بیان دیا ہے کہ انڈین ایجنسیوں کے اہم کارکن ستیش ورما نے انہیں بتایا ہے کہ انڈیا کا طریقہ واردات یہ ہے کہ وہ دہشت گردی کی کئی کارروائیاں خود کرتا ہے اور ان کا الزام پاکستان پر لگا دیتا ہے۔ اس تناظر میں بھارت کا الزام اب کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ تاہم بھارت کے جھوٹے الزامات کی وجہ تو سمجھ میں آتی ہے کہ وہ ہمارا ازلی دشمن ہے۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ ہمارے اپنے ہاں آستین کے سانپ موجود ہیں جو انڈیا کے الزامات کی تائید کرتے ہیں۔ بھارت کے ایک اہم آدمی نے عدالت میں اعترافی بیان دیا ہے۔ اس کی بنیاد پر ہمارے ہاں طوفان کھڑا ہو جانا چاہیے تھا، تاکہ دنیا بھارت کے اصل چہرے سے شناسا ہوتی۔ لیکن ہمارے ہاں کسی نے اس مسئلے کو اُٹھانے کی زحمت تک گوارا نہیں کی۔ ہمارے میڈیا کو تو گویا سانپ سونگھ گیا ہے۔ اراکان کے حوالے سے بھی یہی رویہ عالمی میڈیا نے اختیار کیا ہوا ہے۔ دنیا میں میڈیا کی آزادی کا آج یہ حال ہے کہ استعماری قوتیں خاص طور پر یہودی جو چاہیں اس کو اُجاگر کیا جائے اور جس بات کو وہ دبانا چاہیں اُسے دبا دیا جائے۔ لہٰذا دنیا میں پیغمبر آخر الزمان نبی اکرم ﷺ کی ناموس پر رکیک حملوں کے لیے تو ابلیسی میڈیا آزاد ہے، لیکن ہٹلر نے یہودیوں سے جو سلوک کیا اس پر گفتگو کی اجازت نہیں ہے۔ یہ کفریہ قوتوں کا دہرا معیار ہے، لہٰذا عالمی میڈیا ہو یا مقامی، اس نے اراکان کے معاملہ میں یہی روش اختیار کی ہے کہ اس کی کوئی خبر نشر نہیں کی جاتی۔ اس پس منظر میں برما یا بنگلہ دیش میں دہشت گردی کے بھارتی الزامات کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ استعماری قوتوں کے ایجنڈے کا حصہ ہے۔ یہ الزام انتہائی لغو ہے۔ کیا لشکر طیبہ اور جماعۃ الدعوۃ وہاں جا کر خود اراکان کے مسلمانوں کو مار رہے ہیں؟ اصل میں برما میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ریاستی جبر اور ریاستی دہشت گردی کی بدترین مثال ہے۔ انڈیا میں بھی جو دہشت گردی یا مظالم ہو رہے ہیں وہ ریاست خود کروا رہی ہے۔ برما میں مسلمانوں پر مظالم کے معاملے میں بھی وہاں کی حکومت کو انڈیا کی مکمل سرپرستی حاصل ہے۔ برما میں مسلمانوں پر جو مظالم ہو رہے ہیں کیا میڈیا یہ کہہ سکتا ہے کہ مسلمان خود یا کوئی اسلامی تنظیم یہ سب کر رہی ہے۔ برما میں فوجی حکمران اقتدار پر قابض ہے۔ فوجی حاکم جب ظلم کرنے پر آئے تو وہ سب حدود کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ لہٰذا عقل تسلیم نہیں کرتی کہ وہاں کوئی بیرونی عنصر دہشت گردی کر رہا ہے۔ برما میں یہ سارا ظلم خود حکومتی سرپرستی میں ڈھایا جا رہا ہے۔ چونکہ یہ ظلم مسلمانوں پر ہو رہا ہے اس لیے اس ریاستی دہشت گردی کی عالمی سطح پر سرپرستی کی جا رہی ہے۔

سوال: رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر برما کے مسلمانوں کی کیا مدد کر سکتے ہیں؟

عبدالرؤف فاروقی: ان کی مدد کے حوالے سے ایک کام یہ ہے کہ ہم اپنے ہاں اس ظلم کے خلاف آواز اُٹھا کر اپنی حکومتوں اور عالمی ضمیر کو جھنجھوڑیں کہ وہاں جو انسانی حقوق پامال ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کی نسل کشی ہو رہی ہے اس کا نوٹس لیں۔ دوسرا کام یہ ہے کہ مہاجر کیمپوں تک امداد پہنچانے کا راستہ تلاش کیا جائے۔ اراکان ویلفیئر فاؤنڈیشن کی انفرادی اور اجتماعی سطح پر لوگوں سے اپیل ہے کہ وہ وہاں کام کرنے والی تنظیموں کے ذریعے اراکان کے مسلمانوں تک امداد پہنچائیں۔ اراکان ویلفیئر فاؤنڈیشن نے اس مقصد کے لیے بنگلہ دیش میں ایک نیٹ ورک قائم کیا ہے کہ وہاں مہاجر کیمپوں میں جانوروں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور مسلمانوں کو زندگی گزارنے میں مدد دی جائے۔ ان مہاجر کیمپوں میں مسیحی مشنری این جی اوز کام کر رہی ہیں۔ وہ سماجی خدمت کے نام مسلمان بچوں کو مسیحی بنانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ اوّل تو وہ عیسائی ہو جائیں یا کم از کم مسلمان نہ رہیں اور بے دین اور ملحد ہو جائیں۔ لہٰذا ہماری کوشش ہے کہ آنے والی نسلوں کا ایمان بچایا جائے۔ وہاں ہم مدارس قائم کر رہے ہیں، تاکہ ان کیمپوں میں موجود بچے دین کا علم حاصل کر سکیں۔ اس کے علاوہ بارش، دھوپ اور موسم کی تمام تر سختیوں میں وہاں ایک جھونپڑی میں دو خاندان رہنے پر مجبور ہیں۔ ہم ان تک زندگی کی ضروریات پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی طور پر ہمارا یہی فریضہ ہے کہ جہاں بھی مسلمان مظلوم موجود ہیں ہم ان کا درد محسوس کریں اور اپنے اخراجات کو کسی حد تک کم کر کے ان تک امداد پہنچائیں۔

سوال: اس ضمن میں پاکستان کی مذہبی و دینی جماعتوں کو کیا کردار ادا کرنا چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا: مذہبی و دینی جماعتیں دو انداز میں وہاں اپنا کردار ادا کر سکتی ہیں۔ ایک تو جیسا کہ فاروقی صاحب نے کہا کہ ہنگامی سطح پر ان لوگوں تک مالی امداد پہنچائی جائے۔ دوسرا جو اصل کام کرنے والا ہے وہ نہ صرف برما بلکہ دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی دادرسی اور قوت کا ذریعہ بن سکتا ہے، وہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے اپنے ملک میں اسلام کو بحیثیت نظام نافذ کریں۔ یہ نوشتۂ دیوار ہے کہ اگر دنیا میں کسی اسلامی ملک میں صحیح اسلامی فلاحی ریاست قائم ہو جائے تو وہ اسلام اور مسلمانوں کے حق میں اس سطح پر کام کر سکتی ہے کہ کوئی سپر پاور، کوئی اسلام دشمن طاقت اس کے راستے میں حائل نہیں ہو سکتی۔ اگر ایسا ہو جائے تو اللہ کی مدد سے راستے کی رکاوٹیں خود بخود دور ہوتی چلی جائیں گی۔ اللہ کرے کہ یہ کام پہلے پاکستان میں ہو اور یہ ملک اسلامی فلاحی ریاست بن جائے۔ جب تک کسی اسلامی ملک میں خلافت راشدہ کی طرز پر اسلامی حکومت نہیں قائم ہوتی ہم مستقل قوت حاصل نہیں کر پائیں گے اور ہم یونہی کسی نہ کسی مسئلے میں گھرے رہیں گے۔ قوت کے بغیر ہم ان مظالم اور مصائب سے صحیح معنوں میں چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے۔ مسلمانوں کے لیے اصل قوت اسلحہ نہیں اسلام ہے۔ اسلامی تعلیمات بھی یہ ہیں کہ اپنے آپ کو جنگ کے لیے تیار رکھو۔ تاہم جنگی قوت کا حصول اور فائدہ بھی اسی وقت ممکن ہے جب اسلامی ریاست قائم ہو۔ افغانستان کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ وہاں ایک مسلمان جماعت نے اللہ پر بھروسا کیا اور دنیا کی سپر پاور کو شکست دے دی ہے۔ اگر آج ایک دو ملکوں میں بھی اسلام بحیثیت نظام قائم ہو جائے تو یہ بڑی بڑی کفریہ طاقتیں ریت کی دیوار کی طرح ڈھیر ہو جائیں گی۔ کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ ہم اپنے دین کی طرف پلٹیں۔ اگر ہم اپنے دین پر قائم ہو جائیں تو نہ صرف برما کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنا آسان ہوگا بلکہ مسلمان ایک بار پھر دنیا پر حکومت کریں گے۔ [مرتب: فرقان دانش]

ضرورت رشتہ

لاہور میں مقیم فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 30 سال، قد 6 فٹ، رنگ گورا، تعلیم ماسٹرز الیکٹریکل انجینئرنگ (جاری) کے لیے تعلیم یافتہ، دیندار، خوبصورت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں، ملکی و بیرون ملک کے والدین رابطہ فرمائیں۔

برائے رابطہ: Mob.: 0320-4606911
Email: abida.nausheen@gmail.com

''اسلام کو صفحۂ ہستی سے کیسے مٹایا جائے''

ہمفرے کا بناوٹی شیخ الاسلام سے مکالمہ

غلام خیر البشر فاروقی

سیکرٹری نے اپنی گفتگو کے دوران مجھے مخاطب کر کے کہا: ''اگر تم چاہو تو ان میں سے کسی کا بھی امتحان لے سکتے ہو'' مثال کے طور پر نجف کے شیعہ مرجع تقلید سے جو سوال چاہو پوچھ سکتے ہو۔ میں نے کہا ''بہت اچھا'' اور فوراً ہی کچھ سوال پوچھ ڈالے۔

میرا پہلا سوال یہ تھا: ''جناب شیخ الاسلام! کیا آپ اپنے مقلدین کو اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ سنی متعصب عثمانی حکومت کی مخالفت پر کمر بستہ ہوں اور ان کے خلاف اعلان جنگ کریں:'' شیخ الاسلام نے کچھ دیر سوچا اور کہا: ''میں مطلق جنگ کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ وہ سُنی مسلمان ہیں اور قرآن کی آیت کہتی ہے کہ ''تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں'' ہاں البتہ اس صورت میں جنگ جائز ہے جب عثمانی حکمران ظلم وستم پر اتر آئیں۔ ایسی حالت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اسلامی فلسفہ کے تحت ان سے لڑنا فرض ہو جاتا ہے۔ وہ بھی اس وقت تک جب آثار ظلم زائل نہ ہو جائیں اور ظالم ظلم سے باز نہ آ جائے۔ (اکیسویں صدی میں اسلامی دنیا پر ''امریکی یلغار'' کے جواز کی طرح......)

میں نے پھر دوسرا سوال پوچھا: ''حضور والا! یہودیوں اور عیسائیوں کی نجاست کے بارے میں آپ کا خیال ہے؟ کیا یہ لوگ واقعی ناپاک ہیں؟''

شیخ الاسلام نے کہا: ''ہاں، یہ دونوں فرقے نجس ہیں اور مسلمانوں کو ان سے دور رہنا چاہئے۔''

میں نے پوچھا: ''اس کی وجہ کیا ہے؟''

اس نے جواب دیا: ''یہ دراصل مساویانہ سلوک کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ وہ لوگ بھی ہمیں کافر گردانتے ہیں اور ہمارے پیغمبرؐ کی تکذیب کرتے ہیں۔''

اس کے بعد میں نے پوچھا: ''پیغمبر (ﷺ) نے صفائی کو نصف ایمان بتایا ہے۔ پھر کیوں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے متبرک شہر کے گلی کوچے اور مزار شریف گندگی اور گرد و غبار سے اٹے پڑے رہتے ہیں۔'' مرجع تقلید نے جواب دیا: ''بے شک اسلام نے صفائی اور ستھرائی کو ایمان کی دلیل جانا ہے۔ مگر اس کو کیا کہا جائے کہ سلطنت عثمانیہ کے سُنی عمال کی بے توجہی اور پانی کی قلت نے یہ صورت پیدا کی ہے۔'' (سنی خلافت کے خلاف بھڑکایا جا رہا ہے)

دلچسپ بات یہ تھی کہ اس بناوٹی شیخ الاسلام کی آمادگی اور حاضر جوابی نجف کے حقیقی شیعہ شیخ الاسلام کے مافی الضمیر کے عین مطابق تھی۔ البتہ عثمانی حکومت کے عمال کی بے توجہی کی بات اس نے اپنی طرف سے اس میں ملائی تھی۔ کیونکہ نجف کے عالم کی زبان سے یہ جملہ نہیں سنا گیا تھا۔ بہر حال میں اس ہم آہنگی اور مشابہت پر سخت متحیر تھا کیونکہ تمام جوابات بعینہٖ اصل مرجع تقلید کے بیانات تھے، جسے اس نے فارسی میں پیش کیا تھا اور یہ نقلی مرجع بھی فارسی ہی میں گفتگو کر رہا تھا (یعنی بالکل میری ارسال کردہ رپورٹوں پر سکرپٹ تیار کیا گیا تھا) (''آفرین بنی اسرائیل آفرین'')

سیکرٹری نے مجھ سے کہا: ''دیگر چار افراد سے بھی چاہو تو سوال کر سکتے ہو۔ یہ چاروں افراد بھی تمہیں اصلی شخصیتوں کی طرح جواب دیں گے:'' (قارئین! یاد رہے کہ مذکورہ بالا سامراجی ہتھکنڈے تقریباً تین سو سال پہلے کی بات ہے، سوچئے آج معاملہ کہاں ہوگا۔ اکیسویں صدی میں کمپیوٹر کے سامراجی ہتھکنڈوں میں کتنی زیادہ ترقی ہو چکی ہوگی۔ تین صدیوں کی محنت کے ثمرات آج روز روشن کی طرح ہمارے سامنے ہیں......فاروقی)

میں نے کہا کہ میں استنبول کے سنی شیخ الاسلام احمد آفندی کے افکار اور بیانات سے بخوبی واقف ہوں اور اس کی باتیں میرے حافظے میں محفوظ ہیں۔ آپ کی اجازت سے میں اس کے ہم شکل سے گفتگو کروں گا۔ اس کے بعد میں نے پوچھا: ''جناب آفندی صاحب! کیا عثمانی خلیفہ کی اطاعت واجب ہے۔''

اس نے کہا: ''ہاں میرے بیٹے! اس کی اطاعت، خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی طرح واجب ہے۔''

میں نے پوچھا: ''کس دلیل کی بنیاد پر؟''

اس نے جواب دیا: ''کیا تم نے وہ آیت کریمہ نہیں سنی کہ: خدا، اس کے رسولؐ اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔''

میں نے کہا: ''اگر ہر خلیفہ اولی الامر ہے تو گویا خدا نے ہمیں یزید کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے، کیونکہ وہ اس وقت کا خلیفہ تھا، حالانکہ اس نے مدینہ کی تاراجی کا حکم دیا تھا اور سبط رسولؐ حضرت امام حسینؓ کو قتل کیا تھا۔ خداوند علیم کس طرح ولید کی اطاعت کا حکم دے گا جبکہ وہ شراب خور تھا۔'' نقلی شیخ الاسلام نے جواب دیا: ''میرے بچے! یزید اللہ کی طرف سے مومنوں کا امیر تھا جبکہ حسین کا قتل اس کی خطا تھی، جس کے بعد اس نے توبہ کر لی تھی۔ مدینہ میں قتل و غارتگری کا سبب وہاں کے لوگوں کی سرکشی اور یزید کی اطاعت سے انحراف تھا۔ جس میں یزید کا کوئی قصور نہیں تھا۔ اب رہ گیا ولید تو اس میں شک نہیں کہ وہ شراب پیتا تھا۔ لیکن شراب میں پانی ملا کر پیتا تھا تاکہ اس کی مستی ختم ہو جائے اور یہ اسلام میں جائز ہے۔'' (عیاری نوٹ کرتے جائیں جس کے نتیجے میں ایک صدی بعد انھوں نے میدان جنگ جیت لیا۔''فاروقی'')

میں نے کچھ عرصہ قبل استنبول میں حرمت شراب سے متعلق مسئلہ کو وہاں کے شیخ الاسلام شیخ احمد سے دریافت کر لیا تھا۔ اس کا جواب تھوڑے اختلاف کے ساتھ لندن کے اس نقلی شیخ الاسلام کے جواب سے ملتا جلتا تھا۔ میں نے اصل سے نقل کی ایسی شباہت تیار کرنے کی کوششوں کو سراہتے ہوئے سیکرٹری سے پوچھا: ''آخر اس کام سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے؟''

اس نے جواب دیا: ''اس طرح ہم بادشاہوں اور سنی شیعہ علماء کے افکار اور ان کے میلان طبع سے آشنائی حاصل کرتے ہیں۔ پھر ان مکالمات کو پرکھا جاتا ہے اور ان سے نتائج اخذ کیے جاتے ہیں جو جاسوسی اکیڈمیوں کے نصاب کے ارتقاء کا باعث ہوتے ہیں اور پھر ہم علاقے کے دینی اور سیاسی مسائل میں دخل اندازی کرتے ہیں۔ مثلاً اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں عالم یا فلاں بادشاہ علاقہ کی مشرقی سرحدوں میں ہم سے مخاصمت پر اتر آیا ہے تو ہم اس کے عمل کو ناکارہ بنانے کے لئے ہر طرف سے اپنی توانائیوں کو اس سمت میں مرکوز کر دیتے ہیں، لیکن اگر ہمیں یہ نہ معلوم ہو کہ ہمارا حقیقی دشمن کس مقام پر سرگرم عمل ہے تو

پھر ہمیں اپنی توانائیوں کو علاقہ کے چپے چپے میں پھیلانا پڑتا ہے۔ مذکورہ عمل ہمیں اس بات میں بھی مدد دیتا ہے کہ ہم اسلام کے احکام و فرامین سے ایک فرد مسلم کے طرز استنباط کو سمجھیں اور اس کے ذہن میں شک اور تذبذب پیدا کرنے کے لئے زیادہ واضح اور زیادہ منطقی مطالب فراہم کریں اور اس کے عقائد کو باطل قرار دیں۔ اختلافات، تفرقے، گڑبڑ اور مسلمانوں کے عقائد میں تزلزل پیدا کرنے کے لئے اس طرح کے اقدامات بے انتہا مؤثر پائے جاتے ہیں۔

اس کے بعد سیکرٹری نے مجھ کو ایک ہزار صفحوں پر مشتمل ایک ضخیم کتاب مطالعہ کے لئے دی۔ اس کتاب میں اصلی اور نقلی افراد کی گفتگو اور مناقشات کے تجزیہ اور مقابلوں کے نتائج سے متعلق اعداد و شمار درج تھے اور مجھے حاصل شدہ نتائج کی بنیاد پر اسلامی دنیا میں فوجی، مالی، تعلیمی اور مذہبی مسائل سے متعلق حکومت برطانیہ کے مرتب شدہ پروگراموں سے واقفیت حاصل کرنا تھی۔ بہرحال میں کتاب گھر لے گیا اور تین ہفتے کے عرصے میں بڑی توجہ کے ساتھ شروع سے آخر تک اس کا مطالعہ کیا اور مقررہ مدت میں نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کو واپس دے آیا۔ کتاب واقعی بڑی محنت سے تیار کی گئی تھی۔ اس میں صاحبان علم، سیاست اور اسلام کی دینی شخصیتوں کے عقائد و نظریات کے بارے میں اس خوبی سے بحث کی گئی اور نتیجہ اخذ کیا گیا تھا کہ پڑھنے والا دنگ رہ جاتا تھا۔ ستر فیصد مباحث حقیقت پر مبنی تھے۔ تیس فیصد میں اختلاف تھا۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد مجھے اطمینان ہو گیا کہ میری حکومت یقیناً اپنے عمل میں کامیاب ہو گی اور مذکورہ کتاب کی پیشگوئی کے مطابق سلطنت عثمانی ایک صدی سے کم عرصے میں بہرحال ختم ہو جائے گی۔

سیکرٹری سے ملنے کے بعد مجھے یہ بات معلوم ہو گئی کہ نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت میں دنیا کے تمام ممالک کے لئے خواہ وہ استعماری ہوں یا غیر استعماری اس طرح کی شبیہہ سازی یا نقلی روپ کا عمل بروئے کار لایا گیا ہے اور ان تمام ممالک کو پوری طرح استعمار کے شکنجے میں جکڑنے کے انتظامات مکمل کیے گئے ہیں۔ (شاباش! سامری بن شیطان شاباش!)

سیکرٹری نے اپنی گفتگو کے دوران مجھ سے کہا تھا کہ یہ وہ پہلا راز ہے جسے اس نے وزیر کے حکم کے مطابق مجھے بتایا ہے، مگر دوسرے راز کو وہ مذکورہ کتاب کی دوسری جلد کے مطالعہ پر ایک ماہ بعد مجھے بتائے گا۔ (جاری ہے)

مولانا محمد جلال الدین رومیؒ

فلسفۂ اسلام اور تصوف کے مفسر

فرقان دانش

ابتدائی حالات

تصوف و فلسفہ، الٰہیات اور ادبیات کی اسلامی روایت کے علم بردار اور مسلم فلسفی شاعر مولانا محمد جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ 6 ربیع الاوّل 604 ہجری 30 دسمبر 1207ء کو خراسان کے شہر بلخ میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والدِ محترم کا اسم گرامی شیخ محمد بہاؤالدین ہے۔ مولانا کا اصل نام محمد اور لقب جلال الدین تھا۔ آپؒ کا شجرہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ کتب میں آپؒ کا سلسلۂ نسب اس طرح لکھا گیا ہے: محمد بن محمد بن محمد بن حسین بن احمد بن قاسم بن مسیب بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق۔

حصولِ تعلیم

مولانا کے والدِ محترم علم و فضل میں اپنے زمانے کے یکتائے روزگار شمار کیے جاتے تھے۔ لہٰذا مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ محترم سے حاصل کی۔ بعد ازاں ان کے والدِ محترم کے مرید حضرت سید برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ ان کے اُستاد اور اتالیق مقرر ہوئے۔ مولانا نے بچپن ہی میں اپنے والد گرامی کی معیت میں حج کی سعادت حاصل کر لی۔ آپ کے والد 18 ربیع الثانی 628 ہجری بروز جمعہ کو راہی ملک عدم ہوئے۔ 629 ہجری میں مولانا تکمیل علم کی غرض سے ملک شام روانہ ہوئے۔ اس کے بعد حلب جانے کا قصد کیا، کیونکہ اس زمانے میں حلب اور دمشق علوم و فنون کے بڑے مرکز تھے۔ مولانا نے حلب میں مدرسہ حلاویہ کے دارالاقامت (بورڈنگ ہاؤس) میں قیام کیا۔ اس مدرسے کے مدرس کمال الدین بن عدیم حلبی تھے۔ جن کا نام عمر بن احمد بن ہبتہ اللہ ہے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ وہ محدث، حافظ، مؤرخ، فقیہ، کاتب، مفتی اور ادیب تھے۔ حلب کی تاریخ جو انہوں نے لکھی ہے اس کا ایک حصہ یورپ میں شائع ہو چکا ہے۔

مولانا نے مدرسہ حلاویہ کے علاوہ حلب کے اور مدرسوں میں بھی علم کی تحصیل کی۔ طالب علمی ہی کے زمانے میں عربیت، فقہ، حدیث، تفسیر اور معقول میں یہ کمال حاصل کیا کہ جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا اور کسی سے حل نہ ہوتا تو لوگ ان کی طرف رجوع کرتے۔

مولانا رومیؒ کی عمر اٹھارہ برس کی تھی جب ان کی شادی خواجہ لالائی سمرقندی کی بیٹی گوہر خاتون سے طے پائی۔ ان سے مولانا رومیؒ کے ایک بیٹے نے جنم لیا۔ 24 سال کی عمر میں مولانا رومیؒ نے حساب، منطق، طبیعیات، سیاسیات اور فلسفۂ اخلاق کے علاوہ قرآن و حدیث کا بھی بھرپور مطالعہ کیا۔ حلب اور دیگر شہروں کی درسگاہوں میں اکتساب علم کے بعد 34 برس میں وہ وہ اہل فکر کے ایک مسلمان رہنما بن چکے تھے۔

مولانا جلال الدین رومیؒ کا آبائی شہر قونیہ ہی وہ نقطۂ ماسکہ ہے جہاں رومیؒ کی زندگی کے اہم واقعات پیش آئے۔ اس شہر نے اس وقت رومیؒ کو اپنے دامن میں پناہ دی جب ایک افراتفری کا شکار ملک میں پناہ حاصل کرنا آسان نہ تھا۔ وہاں رومیؒ کو اپنے والد کے لائق وارث کی حیثیت سے باقاعدہ رسم کے مطابق مسند نشین کیا گیا۔

شمس تبریز سے ملاقات

مولانا رومیؒ کی شمس تبریز کے ساتھ ملاقات ان کی زندگی میں ایک انقلاب لے کر آئی۔ مولانا روم کا شمس تبریز کے مرید ہونے کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ اور علم و حکمت سے مزین ہے۔ زید العابدین نے مثنوی کے دیباچے میں لکھا ہے کہ شمس تبریز کو ان کے پیر بابا کمال الدین جندی نے حکم دیا کہ روم جاؤ، وہاں ایک دل سوختہ ہے اس کو گرم کر آؤ۔ شمس پھرتے پھراتے قونیہ پہنچے۔ شکر فروشوں کی کاروان سرائے میں اُترے۔ ایک دن مولانا روم کی سواری بڑے تزک و احتشام سے نکلی۔ شمس نے سرراہ روک کر پوچھا کہ علم کا کیا مقصد ہے؟

مولانا نے کہا ’’اتباعِ شریعت‘‘۔ شمس نے کہا ’’یہ تو سب جانتے ہیں‘‘۔ مولانا نے کہا: ’’اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے‘‘۔ شمس نے فرمایا ’’علم کے یہ معنی ہیں کہ تم کو منزل (سرچشمے) تک لے جائے۔‘‘

یہ وہ ملاقاتیں تھیں کہ جن کا نتیجہ مخفی نہ رہ سکا۔ دینیات کا فاضل اور راسخ العقیدہ استاد درس و تدریس کا سلسلہ ترک کر کے شمس تبریز کا والہانہ شیدائی بن گیا۔ رومیؒ کے عقیدت مندوں کے لیے شمس قطعاً ناپسندیدہ شخص تھے لیکن رومیؒ انہیں اپنے گھر کی روشنی تصور کرتے۔ شمس تبریز کو قتل کر دیا گیا اور قتل کی ساز باز کرنے والوں میں رومی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا بیٹا بھی شامل تھا۔ لہٰذا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بیٹے کی نمازِ جنازہ تک میں شرکت نہ کی۔ یہ ذہنی آویزش رفتہ رفتہ ’’مثنوی‘‘ کے شعری حسن و جمال کی تخلیق کا باعث بنی۔

تصانیف

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی غزلیات کے مجموعہ کو ’’دیوان شمس‘‘ کا نام دیا ہے اور مثنوی کو ’’حسامی نامہ‘‘ کا عنوان دیا۔ شمس دیوان کا ہیرو تھا اور ان کا شاگرد حسام الدین مثنوی کا محرک۔ اس کی بدولت یہ مثنوی معرضِ تحریر میں آئی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کم و بیش 12 برس کی مدت میں حسام الدین کو 25700 اشعار املاء کرا دیئے تھے۔

ابن بطوطہ اپنے سفرنامے میں مثنوی مولانا روم کی تخلیق کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ ’’مولانا اپنے مدرسے میں درس دیا کرتے تھے۔ ایک دن ایک شخص حلوہ بیچتا ہوا مدرسے میں آیا۔ حلوے کی اس نے قاشیں بنالی تھیں اور ایک ایک پیسے کو ایک ایک قاش بیچتا تھا۔ مولانا نے ایک قاش لی اور تناول فرمائی۔ حلوہ دے کر وہ تو کسی طرف نکل گیا، ادھر مولانا کی یہ حالت ہوئی کہ بے اختیار ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور خدا جانے کدھر چل دیئے۔ برسوں کچھ پتہ نہ چلا۔ کئی برس کے بعد آئے تو یہ حالت تھی کہ کچھ بولتے چالتے نہ تھے۔ جب کبھی زبان کھلتی تو شعر پڑھتے تھے۔ ان کے شاگرد ان شعروں کو لکھ لیا کرتے تھے۔ یہی اشعار تھے جو جمع ہو کر مثنوی بن گئی۔‘‘

سلسلۂ تصوف

مولانا رومؒ کے سلسلۂ باطنی کے بارے میں ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے کہ ’’ان کے فرقے کے لوگ جلالیہ کہلاتے ہیں۔ چونکہ مولانا کا لقب جلال الدین تھا اس لیے ان کے انتساب کی وجہ سے یہ نام مشہور ہوا ہوگا۔ لیکن آج کل ایشیائے کوچک، شام، مصر اور قسطنطنیہ میں اس فرقے کو ’’مولویہ‘‘ کہتے ہیں۔ یہ لوگ نمدکی ٹوپی پہنتے ہیں جس میں جوڑ یا درز نہیں ہوتی۔ مشائخ ٹوپی پر عمامہ بھی باندھتے ہیں۔ خرقہ یا کرتہ کے بجائے ایک چنٹ دار پاجامہ ہوتا ہے۔

وفات

مثنوی کی تکمیل کے بعد مولانا کی طبیعت ناساز رہنے لگی۔ مرض بڑھتا چلا گیا۔ آپؒ سے پوچھا گیا کہ آپؒ کا جانشین کون ہوگا؟ آپؒ نے اپنے بیٹوں کو چھوڑ کر حسام الدین چلپی کا نام تجویز کیا۔ حسام الدین چلپی نے دریافت کیا کہ آپؒ کا نماز جنازہ کون پڑھائے گا؟ فرمایا مولانا صدر الدین۔ 5 جمادی الثانی 672ھ 17 دسمبر 1273ء کو ہفتہ کے دن مغرب کے وقت اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ وصیت کے مطابق مولانا شیخ صدر الدین نماز جنازہ پڑھانے کھڑے ہوئے ایک چیخ منہ سے نکلی اور بے ہوش ہو گئے۔ اس وجہ سے نمازِ جنازہ قاضی سراج الدین نے پڑھائی۔ آپؒ کو قونیہ میں دفن کیا گیا۔

Quran Academy Islamabad

ذرا غور فرمایئے!

ہم نے جدید تعلیم کے حصول کیلئے کتنا وقت دیا؟

آپ اپنے وقت کا بہترین استعمال کرتے ہوئے

اپنی زندگیوں کو قرآن حکیم کی روشنی سے منور کریں

الحمدللہ انجمن خدام القرآن اسلام آباد کے زیر اہتمام راولپنڈی/اسلام آباد میں
3 ایک سالہ قرآن فہمی کورسز کی کامیابی سے تکمیل کے بعد
اب راولپنڈی/اسلام آباد میں بیک وقت

قرآن فہمی کورس
کا آغاز کیا جا رہا ہے۔

یہ کورس بنیادی طور پر تعلیم یافتہ افراد کیلئے ترتیب دیا گیا ہے تاکہ وہ حضرات جو کم از کم انٹرمیڈیٹ کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں۔ اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہشمند ہوں۔

آغاز ان شاء اللہ تعالیٰ 24 اگست 2013ء بروز ہفتہ
بمقام جامع مسجد گلزار قائد چکلالہ راولپنڈی (برائے خواتین و حضرات)

آغاز ان شاء اللہ تعالیٰ 23 اگست 2013ء بروز جمعۃ المبارک بمقام قرآن اکیڈمی
تھرڈ فلور، ہل ویو پلازہ جناح ایونیو بلیو ایریا اسلام آباد

مضامین:
• بنیادی قواعد تجوید • آسان عربی گرامر • ترجمہ قرآن مع عربی قواعد • قرآن حکیم کا منتخب نصاب
• مطالعہ حدیث • سیرت النبی ﷺ • عقائد و عبادات • دینی موضوعات پر خصوصی لیکچرز

دورانیہ: دس ماہ | اوقات کار: شام 05:45 تا 09:30 (پیر تا جمعہ)

کورس کی معلومات اور پراسپکٹس حاصل کرنے کیلئے مندرجہ ذیل نمبرز پر رابطہ کریں۔

051-2605725, 2509178, 0332-5357269, 0334-8444880

Facebook: www.facebook.com/QAIslamabad
E-mail: islamabad@tanzeem.org, ahsen_1947@yahoo.com

انجمن خدام القرآن اسلام آباد بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

حلقہ مالاکنڈ کے زیر اہتمام سہ ماہی دعوتی اجتماع

9 جون کو حلقہ مالاکنڈ کے زیر اہتمام ایک دعوتی و تربیتی اجتماع کا انعقاد کیا گیا۔ اجتماع کا آغاز شوکت اللہ شاکر کے درس قرآن سے ہوا۔ انہوں نے سورۃ التوبہ کی آیت 112 کا درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہماری جان و مال حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اللہ نے اِسے ہم سے خرید لیا ہے، اور اس کے بدلے میں ہم سے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ انہیں دین کی سربلندی کی راہ میں خرچ کریں۔ فیض الرحمان نے عبادت رب پر پُر مغز گفتگو کی۔ انہوں نے واضح کیا کہ آج دنیا میں اللہ تعالیٰ کی جزوی بندگی ہو رہی ہے، آج مسلمان انفرادی زندگی میں تو کسی حد تک اللہ کا حکم مانتے ہیں مگر حیات اجتماعی طاغوتی نظام کے تحت بسر ہو رہی ہے۔ یہ طرز عمل تفریق دین ہے، اسی کا نام سیکولرازم ہے۔ پروگرام کے تیسرے مقرر شاہین پبلک سکول کے پرنسپل حافظ احسان اللہ تھے۔ انہوں نے بڑے مؤثر انداز میں منہج انقلاب نبویؐ کو واضح کیا۔ شیر محمد حنیف کی دعا پر اس ایمان افروز اجتماع کا اہتمام ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ (رپورٹ: ابوکلیم نبی محسن)

سانگلہ ہل میں قرآن فہمی کلاس کا آغاز

اسرہ سانگلہ ہل کے نقیب ڈاکٹر محمد حیات نے چند سال پہلے چک سرہالی میں قرآن فہمی کورس شروع کیا تھا، جس میں لوگوں نے بڑے ذوق و شوق سے شرکت کی۔ چنانچہ رفقاء کے مشورے سے طے کیا گیا کہ اسی طرح کی کلاس کا آغاز سانگلہ ہل میں بھی کیا جائے۔ اس پروگرام کے لئے ہینڈ بلز اور بینرز تیار کروائے گئے۔ اس سلسلے میں افتتاحی پروگرام 27 جون بروز منگل صبح آٹھ بجے تنظیم اسلامی سانگلہ ہل کے دفتر میں رکھا گیا جس میں کلاس کے متوقع شرکاء اور احباب نے شرکت کی۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز حافظ منیر حسین نے تلاوت قرآن مجید سے کیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر طارق زمان نے پروگرام کا تعارف کروایا اور معتمد حلقہ نے عظمت قرآن پر گفتگو کی۔ بعد ازاں امیر حلقہ نے اپنے خطاب میں قرآن فہمی کی ضرورت و برکات کو اجاگر کیا۔ پروگرام کے اختتام پر مہمانوں کی آموں سے تواضع کی گئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس پروگرام کو کامیابی سے نوازے اس میں آنے والی ہر قسم کی رکاوٹوں کو دور فرمائے اور اس پروگرام کے منتظمین کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین! مزید برآں اسی دن تنظیم اسلامی فیصل آباد شرقی کے زیر اہتمام آگاہی منکرات کے سلسلے میں ایک پروگرام منعقد کیا گیا، جس میں چوک جھال خانوآنہ میں ''موبائل انٹرنیٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں فحاشی کے فروغ کے مہلک اثرات'' سے خبردار کرنے کے لئے بڑے سائز کے بینرز آویزاں کئے گئے اور تقریباً آٹھ ہزار ہینڈ بلز تقسیم کئے گئے۔ (رپورٹ: معتمد حلقہ فیصل آباد)

مسجد النور باغ والی لاہور میں 12 روزہ فہم دین پروگرام

حلقہ لاہور غربی کے زیر اہتمام، مسجد النور باغ والی میں 12 روزہ فہم دین پروگرام کا انعقاد کیا گیا، جسے حلقہ لاہور غربی کے ناظم دعوت شکیل احمد نے ترتیب دیا۔ پروگرام سے پہلے اہل علاقہ کی آگاہی کے لئے اس پروگرام کا ہینڈ بل تقسیم کیا گیا اور اسی مسجد میں نماز جمعہ کے بعد مرزا محمود الحسن نے لوگوں کو اس پروگرام میں شرکت کی دعوت دی۔ یہ پروگرام روزانہ مغرب تا عشاء ہوتا رہا۔ اس دوران راہ نجات، نیکی کی حقیقت، فطرت سلیمہ کی ترجمانی، ایمان کے ثمرات، بندۂ مومن کی صفات، معاشرتی ہدایت، قرآن مجید کی دعوت اور جہاد فی سبیل اللہ، نبی کریم ﷺ کا مقصد بعثت، نبی کریم ﷺ کا طریق انقلاب، دینی فرائض کا جامع تصور، دین کا ہمہ گیر تصور اور مسلمانوں کے لئے ملی اور سیاسی رہنمائی کے موضوعات پر دروس و بیانات ہوئے۔ زیادہ تر دروس شکیل احمد نے دیئے۔ ان کے علاوہ ذیشان شجاع، کاشف عباسی، محمود حماد، خباب عبدالخالق اور مرزا محمود الحسن نے بھی درس دیا۔ مقررین نے اپنے موضوع کو بڑی عمدگی سے بیان کیا۔ پروگرام کے دوران شرکاء کو ہر سبق کی Assignment دی جاتی تھی اور بعد ازاں واپس لے کر اور چیک کر کے انہیں واپس کی جاتی تھی۔ ہر سبق کا کتابچہ بھی احباب میں فی سبیل اللہ تقسیم کیا جاتا رہا۔ اس پروگرام میں 35 احباب اور 4 خواتین نے شرکت کی۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے اور اِسے ہمارے لئے توشۂ آخرت بنا دے، اور ہمیں اپنے دین کی مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(مرتب: ابومصباح)

دعائے صحت کی اپیل

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شرقی کی مقامی تنظیم چشتیاں کے امیر محمد امین نوشاہی کی والدہ صاحبہ کینسر کے موذی عارضہ میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے، آمین۔ قارئین ندائے خلافت سے بھی ان کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ عارف والا کے رفیق تنظیم پروفیسر غلام رسول اظہر کا پوتا وفات پا گیا

☆ گوجرانوالہ کے رفیق تنظیم فیاض احمد کی اہلیہ وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین

قارئین ندائے خلافت سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَاَدْخِلْھُمَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمَا حِسَابًا یَّسِیْرًا

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ ''جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ سعد اللہ جان کالونی، جی ٹی روڈ، پشاور'' میں

(عقب Admor پٹرول پمپ نزد سر صاحب زادہ پبلک سکول، پرانا حاجی کیمپ)

نقباء تربیتی کورس

16 تا 18 اگست 2013ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ:

0345-9710310/0333-9244709/091-226290

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت: (042)36316638-36366638
0333-4311226

Aijaz Zaka Syed

THE MYTH OF MUSLIM APPEASEMENT

One of the enduring myths of Indian politics is about the appeasement of Muslims. As India girds up for the 2014 electoral battle and the two principal political parties sharpen their attacks on each other, the issue is back in the spotlight. So is the bewildered community, uneasy at being forced from the margins to the centre stage.

While the ruling Congress once again portrays itself as an inclusive political force representing the resplendent diversity of the nation --- a claim not easy to ignore despite its myriad flaws and a long history of political opportunism --- the opposition BJP has resurrected the same old, familiar ghosts of the saffron pantheon. Muslim-bashing is back in fashion albeit not as virulent as in the past for obvious reasons as the BJP accuses the Congress of vote-bank politics.

"The Congress hides behind the burqa of secularism to cover its failures", thundered Narendra Modi, the BJP's new face and possibly its prime ministerial candidate, recently targeting both the grand old party and the community it is supposed to be mollycoddling.

Congress's Shashi Tharoor, the former UN diplomat and suave author of many a tome on modern India, was quick to respond: "Burqa of secularism is preferable to khaki shorts of the Italian fascists of the 1920s."

Unlike in the past, the Congress isn't running away from this so-called debate about secularism versus communalism and familiar accusations about minority appeasement. Tharoor rejects the notion that the Congress is either falling into the trap set up by the Hindutva party or is deliberately playing along the agenda set by Modi to deflect voters' attention from issues such as corruption, runaway inflation and the state of the economy. "We will just not allow the claims made by Modi go unchallenged", asserts the federal minister.

In the wake of the Partition, the traumatised Muslims instinctively rallied around the Congress and stayed with it largely because of the sheer force of personality of Jawaharlal Nehru, the first prime minister known for his liberal image, and stalwarts like Maulana Azad, Rafi Ahmed Kidwai and Dr Zakir Hussain. Besides, there had been no credible alternative to the Congress.

In dutifully voting for the Congress even after Nehru's exit, the Muslims hadn't necessarily bucked the national trend. If they supported the Congress, so did the rest of India because of the simple fact it had led the country to Independence. But Muslims had been nothing more than a vote bank for the grand old party even as its condition steadily worsened. Battling for survival, it lagged behind all communities in all areas. Under Nehru's daughter, Indira Gandhi, things went from bad to worse.

The Muslims faced the combined onslaught of the Hindu right and the increasingly communal police and administration in recurring religious riots across India --- from Bhagalpur to Bhiwandi and Maliana to Muradabad --- while the Congress exploited the insecurity and fear psychosis of the community to keep it forever under its thumb.

Paying lip service to the grievances of the community and successfully using the dumb politics of tokenism --- throwing an Iftar party here and putting up some Muslim showpieces in ceremonial positions there --- the party has presided over the meticulous marginalisation and political and economic dispossession of Muslims all these years.

The community has successfully been driven to the margins of Indian society within six decades of Independence. Today, it's struggling well below the lowest of the low according to the government's own social and economic indicators.

When the Congress returned to power nine years ago --- with Muslim votes having played a significant part in its victory --- there had been great expectations. Under Sonia Gandhi and Prime Minister Manmohan Singh, it was perceived as a different party altogether. But clearly the more things change for the Congress and Muslims, the more they remain the same.

No wonder angry Muslim intellectuals insist there's no real difference between the Congress and the BJP when it comes to this community; one is an open enemy and the other plays games – forever calculating in terms of political constituencies and electoral profit and loss.

Rajiv Gandhi had to turn over Ayodhya's Babri Masjid to Hindu groups apparently to assuage their hurt feelings over the Muslim Women's Bill brought in the wake of the Shah Bano verdict. How an issue that is essentially an internal affair of a community affects Hindus is something only the Congress pundits could explain.

The nation is still paying the price for those electoral gimmicks of the party. Ironically, it was the Ayodhya agitation that helped its bête noire BJP transforms itself from a two-member minor player into the party of power and one of the two major parties today.

The Congress is so preoccupied with its too-clever-by-half calculations about the minority vote and majority sentiment that it does not realise that it ends up squandering both. And it's not just the Congress; other late arrivals like Mulayam Singh Yadav are fast catching up.

But Muslims are the real losers in this cynical game of electoral poker and political one-upmanship. Repeatedly betrayed by the Congress and other parties and fearful of the Hindutva brigade, they are caught between the devil and the deep blue sea. Instead of fighting for their genuine demands and share in power like other communities, they are grateful for shallow tokenism and crumbs thrown their way.

So this perpetual tirade about 'Muslim appeasement' isn't just unfair and absurd, it's downright silly and ridiculous. If Muslims had been 'appeased' and successive governments had doted on them all these years, would they be in the pathetic state they are in today? They are seen as second-class citizens in their own country.

Yet this brazen lie and narrative about Muslim appeasement has been going around for so long and is so pervasive that everyone, including the media, has unquestioningly embraced it. It's not just the likes of Arnab Goswami who are beside themselves with righteous rage over proposals like fast-track courts to deal with Muslim 'terror suspects', more reasonable voices are peddling the same nonsense.

It's perfectly fine if innocents are locked away for years without trial and without due process, as Delhi's Mohammad Aamir and numerous others have been, but heavens would fall if hope of justice, however faint, is held out to Muslims. Let them rot away in their ghettos but governments mustn't move a finger to grant them rights and assurances that are guaranteed by the Indian constitution.

If this isn't unfair, what is? God knows Muslims want no special treatment from anyone. They are not looking for extraordinary attention and lollipops from governments or those pointless photo-ops like political iftars. What they need is justice and their just and fair share of the pie with dignity in accordance with their numbers. Is that asking for too much?

[*Courtesy: daily "The News"*]